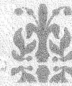




دل و دماغ

دماغ قابو میں ہے مگر دل اختیار میں نہیں۔ اپنے دل کو ٹٹولتا ہوں تو گو وہ خود معاصی و ذنوب سے بدستور تاریک ہے مگر نیتوں اور ارادوں میں کوئی خلل نہیں پاتا۔ احباب سے کسی چیز کا طالب نہیں۔ یہ التجا ہے کہ اپنی دعاؤں میں مجھ رُوسیاہ کو نہ بھولیں۔



امام الہند
مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمۃ

احادیث الرسول

حضور علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً (رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " خدا کی قسم ! میں دن میں ستر دفعہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ و استغفار کرتا ہوں "

تشریح اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی اور جلال و جبروت کے بارہ میں حضور علیہ السلام کو جس کامل درجہ کا شعور و احساس تھا بلاشبہ وہ کسی دوسرے کو نہ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ پر یہ احساس غالب رہتا تھا کہ بندگی کا حق ادا نہ ہو سکا اسی واسطے آپ بار بار اور مسلسل توبہ و استغفار فرماتے تھے اور اس کا اظہار فرما کر دوسروں کو بھی اسکی تلقین فرماتے تھے۔

عَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ مِائَةَ مَرَّۃٍ (رواہ مسلم)

حضرت اغر مزنیؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا " لوگو ! اللہ کے حضور میں توبہ کرو میں خود دن میں سو سو دفعہ اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں "

تشریح :- پہلی حدیث میں ستر دفعہ سے زیادہ اور اس حدیث میں سو دفعہ کے الفاظ دراصل صرف کثرت کے بیان کے لیے ہیں اور قدیم عربی زبان کا یہ محاورہ ہے ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار و توبہ کی تعداد یقیناً اس سے بہت زیادہ ہوتی تھی جیسا کہ آگے درج ہونے والی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنَّا کُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَجْلِسِ یَقُوْلُ " رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ مِائَةَ مَرَّۃٍ (رواہ احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک نشست میں شمار کر لیتے تھے کہ آپ سو سو دفعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتے تھے۔

" رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ "

اے میرے رب ! مجھے معاف کر دے، بخش دے اور میری توبہ قبول فرما کر مجھ پر عنایت فرما بیشک تو بہت ہی عنایت فرمانے اور بہت ہی بخشنے والا ہے۔

تشریح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اس بیان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ بطور وظیفہ کے استغفار و توبہ کا یہ کلمہ ایک مجلس میں سو دفعہ پڑھتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ مجلس میں تشریف فرما ہوتے، ہم لوگ بھی حاضر رہتے، بات چیت کا سلسلہ بھی جاری رہتا اور آپ اسی دوران میں بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر ان کلمات کے ساتھ استغفار و توبہ کرتے رہتے اور ہم اپنے طور پر اس کو شمار کرتے رہتے تو معلوم ہوتا کہ ایک نشست میں آپ نے سو دفعہ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عرض کیا +

مجلسِ ذکر اور آیت کریمہ کا آنکھوں دیکھا حال

از: محمد عثمان غنی واہ کینٹ

تمہید

آواخر ۸۴ء کی ایک جمعرات کو احقر جامع مسجد شیرانوالہ لاہور میں حاضر ہوا تو مخدومنا و مرشدنا جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ صاحب دامت برکاتہم مسجد کے بڑے ہال میں جلوہ افروز تھے اور دُور دراز سے آئے ہوتے صلحاء و اتقیاء بھی صفوں میں بڑے منظم طریقہ سے بیٹھے ہوئے تھے درمیان میں سفید چادریں بچھی ہوئی تھیں اور ان پر کھجور کی گٹھلیوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ سب احباب ان پر آیت کریمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ٥ کا ورد کر رہے تھے۔ جب ایک دور مکمل ہو جاتا تو دوسرے دور کا آغاز ہو جاتا۔ اسی طرح چار دَور ہوئے۔ ابھی اذانِ عشاء میں کچھ وقت باقی تھا کہ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم حضرت اقدس کی دست بوسی کے لیے آگے بڑھے۔ حضرت اقدس نے لاوڈ سپیکر پر اعلان فرمایا کہ حسنِ اتفاق سے حضرت قاضی صاحب مجلس میں موجود ہیں لہٰذا وہ چند منٹ کے لیے فضائل ذکر بیان فرمائیں گے۔

فضائل ذکر

حضرت قاضی صاحب نے اپنے روایتی انداز میں لاوڈ سپیکر کو محراب سے ذرا ادھر کرنے کو فرمایا۔ تاکہ حضرت اقدس کی طرف پشت نہ ہو اور سوءِ ادبی نہ ہو جائے۔ پھر آپ نے حاضرینِ مجلس سے فرمایا کہ حضرت اقدس کی موجودگی میں کچھ کہتے ہوئے حجاب محسوس ہوتا ہے مگر تاہم تعمیلِ ارشاد بھی ضروری ہے۔ آپ نے قرآنِ حکیم کی روشنی میں ذکر کے فضائل پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ سورۃ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۙ (اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کیا کرو) اور پھر آگے اس کی تشریح میں سورۃ جمعہ کی آیت پیش فرمائی جس میں ارشاد خداوندی ہے کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ (اے ایمان والو جب جمعہ کی نماز کے لیے اذان دی جائے تو ذکرِ الٰہی کی طرف لپکو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ تمہارے لیے یہی بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ پس جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔)

اس کے بعد آپ نے حاضرین کی توجہ سورۃ طٰہٰ کی اس آیت کی طرف مبذول کرائی جس میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہو گی اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔)

حضرت قاضی صاحب نے آخر میں حاضرینِ مجلس کو اپنا مشاہدہ بتایا کہ حضرت اور حضرت ثانی دامت برکاتہم کی بیعت پر دو انعاماتِ الٰہی ملتے ہیں۔ قرآنؔ اور حجؔ۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ثانی دامت برکاتہم کے خدّام کو عموماً قرآنِ حکیم کے ساتھ ایک والہانہ عشق ہوتا ہے۔ اور جگہ جگہ درس قرآن کے جو حلقے ہیں یہ انہی حضراتِ قدسی صفات کے مرہونِ منت ہیں۔ اور دوسرے عموماً دیکھا گیا ہو گا کہ ان حضرات کے ساتھ تعلق جوڑنے والوں کو اللہ کریم بار بار حج کی سعادت سے بہرہ مند فرماتے ہیں۔ بظاہر یہ لوگ بے مایہ اور قلاش ہیں، مگر خداوندِ قدوس کا کرم دیکھئے کہ وہ خزانۂ غیب سے ان کو وسائل مہیا فرما دیتے ہیں۔ اور یہ بیت اللہ اور بیت الرّسول کی زیارت سے مشرّف ہو جاتے ہیں ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

جملۂ اختتامیہ کے طور پر حضرت قاضی صاحب نے تصوّف کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تصوّف کے معنی ہیں انسان بننا۔ حضرتؒ کا قول نقل فرمایا کہ سب کچھ بننا ہے آسان۔ مشکل بننا ہے انسان اور انسان بناتا ہے فقط قرآن۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی بھیڑیا ہے کوئی بچھو ہے کوئی سانپ ہے لیکن انسان بہت کم ہیں۔ آپ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس جماعتِ ذاکرین کو اپنی رحمتوں سے مزید نوازیں اور اس آستانہ سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

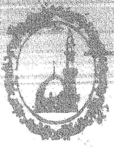
نمازِ عشاء

اس کے بعد اذان ہوئی اور پھر امام الصلوٰۃ جناب قاری فرید احمد صاحب مدظلہ العالی نے خوش الحانی سے عشاء کی نماز پڑھائی۔ آپ نے سورۃ انبیاء کا وہ رکوع تلاوت فرمایا جس میں یہ آیہ مبارکہ آتی ہے۔ وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (اور جب کہ ایوب نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے روگ لگ گیا ہے حالانکہ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے) یہ اس بات کی دلیل تھی کہ مجلس آیت کریمہ میں شرکت کرنے والوں کو دلی مرادیں ملیں گی اور رضائے خداوندی کا تمغہ حاصل ہوگا۔

دعائیں

نماز کے بعد حضرتِ اقدس کھڑے ہو گئے اور طویل دعائیں فرمائیں۔ آپ نے حضرت دینپوری ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فتوح کے لیے ایصال ثواب کرنے کے لیے فرمایا اور تمام حاضرین نے ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور تین دفعہ قل ھو اللہ شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب فرمایا۔ پھر حضرتِ اقدس نے احباب کے نام لے لے کر فرداً فرداً دعائیں فرمائیں اور اجتماعی دعائیں بھی فرمائیں۔ ملک میں شرعی نظام کے نفاذ کے لیے دعا فرمائی۔ حضرت مفتی صاحب کی صحت اور درازیٔ عمر کے لیے دعا فرمائی۔ حاضرین مجلس نے ادویات اور دیگر اشیاء لفافوں اور بوتلوں وغیرہ میں لا کر منبر پر رکھی ہوئی تھیں سب پر دم فرما کر تمام اشیاء واپس کیں اور پھر نماز کے بعد گئے رات تک حضرتِ اقدس مسجد میں جلوہ افروز رہے اور مریدین کی روحانی پیاس بجھاتے رہے۔ صبح احقر نے اجازت چاہی تو اپنے روایتی کریمانہ اخلاق سے نوازا اور دعاؤں سے مستفید فرمایا۔ چلتے ہوئے ایک رومال اور مدینہ طیّبہ کی کھجوروں کا ایک پیکٹ عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے شیخِ مکرم کو تادیر سلامت رکھے اور ہمیں آپ سے

بیش از بیش فیض عطا فرمائے۔ آمین۔



حضورؐ کی بعثت اللہ کا سب سے بڑا احسان ہے

آفتابِ نبوت کی روشنی میں بیشمار ستارے ہدایت کے آسمان پر چمکے

اور

اب چراغ سے چراغ جلتا ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم

الحمد للہ وکفٰی و سلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی!

امّا بعد فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (پ ۴ س ۳ آیت ۱۶۴)

ترجمہ:- اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان میں انہیں میں سے رسول بھیجا ۔ ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور دانش سکھاتا ہے ۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے ۔

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

یعنی انہیں کی جنس اور قوم میں کا ایک آدمی رسول بنا کر بھیجا ۔ جس کے پاس بیٹھنا ، بات چیت کرنا ، زبان سمجھنا اور ہر قسم کے انوار و برکات کا استفادہ کرنا آسان ہے ۔ اس کے احوال ، اخلاق ، سوانح زندگی ، امانت و دیانت ، خدا ترسی اور پاکبازی سے وہ خوب طرح واقف ہیں ۔ اپنی ہی قوم اور کنبے کے آدمی سے جب معجزات ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں تو یقین لانے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے ۔ فرض کرو کوئی جن یا فرشتہ رسول بنا کر بھیجا جاتا تو معجزات دیکھ کر یہ خیال کر لینا ممکن تھا کہ چونکہ جنسِ بشر سے جداگانہ مخلوق ہے ۔ شاید یہ خوارق اس کی خاص صورت نوعیہ اور طبیعت ملکیّہ و جنّیہ کا نتیجہ ہوں ۔ ہمارا اس سے عاجز رہ جانا دلیل نبوّت نہیں بن سکتا ۔ بہرحال مومنین کو اللہ کا احسان ماننا چاہیئے کہ اس نے ایسا رسول بھیجا جس سے بے تکلّف فیض حاصل کر سکتے ہیں ۔ اور وہ باوجود معزّز ترین اور بلند ترین منصب پر فائز ہونے کے ان ہی کے مجمع میں نہایت [illegible] خوئی اور ملاطفت کے ساتھ گھلا ملا ہے ۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم ۔

یہاں حضور کی چار شانیں بیان کی گئیں (۱) تلاوت آیات (اللہ کی آیات پڑھ کر سنانا) جن کے ظاہری معنی وہ لوگ اہلِ زبان ہونے کی وجہ سے سمجھ لیتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے ۔ (۲) تزکیۂ نفوس (نفسانی آلائشوں اور تمام مراتب شرک و معصیت سے ان کو پاک کرنا اور دلوں کو مانجھ کر صیقل بنانا) یہ چیز آیات اللہ کے عام مضامین پر عمل کرنے حضورؐ کی صحبت اور قلبی توجہ و تصرف باذن اللہ سے حاصل ہوتی تھی ۔ (۳) تعلیم کتاب (کتاب اللہ کی مراد

بتانا ۔ اس کی ضرورت خاص خاص مواقع میں پیش آتی تھی ۔ مثلاً ایک لفظ کے کچھ معنی اور محاورہ کے لحاظ سے سمجھ کر صحابہؓ کو کوئی اشکال پیش آیا ۔ اس وقت آپ کتاب اللہ کی اصل مراد جو قرآن مقام سے متعیّن ہوتی تھی بیان فرما کر شبہات کا ازالہ فرما دیتے تھے ۔ جیسے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ الخ اور دوسرے مقامات میں ہوا ۔

(۴) تعلیم حکمت (حکمت کی گہری باتیں سکھلانا) اور قرآن کریم کے غامض اسرار و لطائف اور شریعت کی دقیق و عمیق علل پر مطلع کرنا خواہ تصریحاً یا اشارۃً ــــــ آپ نے خدا کی توفیق و اعانت سے علم و عمل کے ان اعلیٰ مراتب پر اس درماندہ قوم کو فائز کیا جو صدیوں سے انتہائی جہل و حیرت اور صریح گمراہی میں غرق تھی ۔ آپ کی چند روزہ تعلیم و صحبت سے وہ ساری دنیا کے لیے ہادی و معلّم بن گئی ۔ لہٰذا انہیں چاہیئے کہ اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر پہچانیں اور کبھی بھولے سے ایسی حرکت نہ کریں جس سے آپ کا دل ملول ہو ۔

سب سے بڑا احسان

حضراتِ محترم ! اللہ تعالےٰ کے بندوں پر بلشمار احسانات ہیں ۔ سر سے پاؤں تک اور آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے بنایا ہے اور جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کا احاطہ اور گنتی تو درکنار تصوّر بھی انسان نہیں کر سکتا ۔ لیکن کائنات کی یہ تمام چیزیں اور جسم و جان کی تمام نعمتوں پر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں کہیں بھی اپنا احسان نہیں جتلایا ۔ صرف قرآن پاک میں یہ واحد مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی احسان جتلایا ہے ۔ اور فی الواقع یہ بہت بڑا احسان ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمت ہونے کے لحاظ سے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت کا احسان سارے عالم پر ہے ۔ مگر مومنوں کی تخصیص ذکر کی وجہ یہ ہے کہ بعثت سے فائدہ اٹھانے والے یہی لوگ تھے اور پھر مزید احسان اور سب سے بڑی عزّت افزائی اور بشارت یہ ہے کہ انہیں کی جنس میں سے رسول بنا کر بھیجے ۔ جن کے پاس بیٹھنا ، جن سے بات چیت کرنا ، اللہ کے کلام کو سمجھنا اور ہر قسم کی برکتوں اور حکمتوں سے فائدہ اٹھانا آسان ہے ۔ مزید برآں کیا یہ اعزاز بے مثل اور لاجواب نہیں کہ وہ قوم جو صدیوں سے جہالت اور گمراہی کے تاریک غار میں گری ہوئی تھی اور جسے دُنیا کی کوئی خوبی اور کمال حاصل نہ تھا صرف اس وجودِ گرامی اور حاصل کائنات کے فیض صحبت کی برکت سے ساری دنیا اور جہانوں کی ہادی اور معلّم بن گئی ۔

دعائے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۔

ترجمہ :- اے رب ہمارے اور ان میں ایک رسول انہیں میں سے بھیج جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انہیں کتاب اور دانائی سکھاتے اور انہیں پاک کرے ۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے ۔

حضراتِ محترم ! سب جانتے ہیں کہ اسی دُعائے مبارک کی وجہ سے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم فداہ ابی و امی کو دعائے خلیل کہا جاتا ہے ۔

ے دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

اس دعا میں بھی سیّدنا ابراہیم علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ سے یہی درخواست کی تھی کہ ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرما جو ان چار خصائص

کا حامل ہو۔ (۱) اللہ کی آیات تلاوت کرنے والا۔ (۲) کتاب اللہ کی تعلیم دینے والا۔ (۳) حکمت سکھانے والا اور (۴) تزکیہ کرنے والا —— یعنی مبلّغ اعظم، معلّم اعظم، مرشدِ اعظم اور مصلح اعظم ہو —— چنانچہ دنیا جانتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی تمام دعاؤں کی طرح یہ دعا بھی بارگاہ خداوندی میں مقبول و منظور ہوئی۔ لیکن یہاں ایک بات غور کرنے کے قابل ہے اور بڑی لطیف اور نکتہ رسی اور نکتہ سنجی کی بات ہے کہ دعائے ابراہیم میں لفظ "یزکّیھم" تمام خصائص میں سب سے آخر بیان ہوا ہے۔ لیکن اس ایک مقام کے علاوہ جہاں کہیں بھی اللہ تعالیٰ ربّ العزّت نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یہ خوبیاں گنوائی ہیں اور یہ خصائص بیان فرماتے ہیں وہاں لفظ "یزکّیھم" کو تعلیم کتاب و حکمت پر مقدّم کیا ہے۔ جیسا کہ زیب عنوان آیت میں ہے اور دوسری جگہ بھی جہاں ان خصائص کا ذکر آیا ہے یہی ارشاد ہوا ہے:

ھُوَالّذی بعث فی الامیین رسولاً مّنھُم یتلوا علیھم آیتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔

یعنی "یزکی" کے لفظ کو آخر سے اٹھا کر جیسا کہ دعا میں تھا ابتداء میں لے آیا گیا ہے۔ ظاہر ہے اللہ جلّ شانہٗ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور یہاں بھی اس تقدیم کی بڑی حکمت ہے۔ جو باریک بین نگاہ اور اسرار و غوامض سے آشنا آنکھ ہی دیکھ سکتی ہے —— لیکن اس حکمت کے بیان سے پہلے ضروری ہے کہ پہلے "تزکیہ" کے معنی واضح طور پر ذہن نشین کرا دیئے جائیں۔

تزکیہ اور طہارت

عزیزانِ گرامی! تزکیہ اور طہارت کے الفاظ آپ ہر روز سنتے ہیں اور ان سے مراد صفائی اور پاکی لیتے ہیں —— اس میں شک نہیں کہ ہر دو الفاظ تقریباً ہم معنی ہیں اور ان کا مطلب پاک کرنا، صفائی، پاکی اور پاکیزگی ہے۔ مگر ان میں ایک باریک فرق ہے۔ طہارت درحقیقت ظاہر کی صفائی کو کہا جاتا ہے۔ جیسے وضو، استنجا، غسل، اور کپڑوں کی صفائی وغیرہ۔ عام طور پہ بھی طہارت انہی معنوں میں بولا جاتا ہے۔ لیکن تزکیہ کے معنی ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کی صفائی اور پاکیزگی کے بھی ہیں۔ چنانچہ "مزکّی" وہ ہو گا جو ظاہر کے ساتھ انسان کا باطن بھی دھو کر صاف کر دے اور تمام روحانی بیماریوں سے شفایاب کر دے۔ شرک، کفر، نفاق، حسد، عجب، ریا، کبر، حبِّ جاہ، حبِّ دنیا اور دیگر تمام روحانی بیماریاں انسان کے اندر سے نکل جائیں —— اب "تزکیہ" کا معنی جان لینے کے بعد اس لفظ کے تقدّم و تاخّر کی حکمت آیاتِ مذکورہ میں تلاش کریں تو بات واضح طور پر سمجھ میں آ جائے گی کہ اس میں حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عظمتِ شان اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور قدر و منزلت بیان کرنا مقصود ہے۔

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جلالت اور عظمتِ شان!

محترم حضرات! جہاں تک سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دعا میں لفظ "یزکیھم" کا تعلق ہے۔ وہ قاعدہ کے مطابق عین اپنے محل پر ہے۔ اور درست استعمال ہوا ہے۔ عام قاعدہ اور دستور یہ ہے کہ پہلے زبان سے تبلیغ کی جاتی ہے۔ پھر تعلیمِ کتاب ہوتی ہے، تربیت دی جاتی ہے اس کے بعد حکمتیں بتائی جاتی ہیں اور محنت شاقہ اور مجاہدہ و ریاضت کے نتیجے میں اصلاحِ باطن ہوتی

ہے اور تزکیۂ نفس کی منزل سے انسان ہمکنار ہوتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعاء بارگاہِ خداوندی میں یہی مراحل سامنے رکھ کر پیش کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ نے جو حکیم مطلق، مختار و کبیر اور علیم و خبیر ہیں یہ دعا اپنے خلیل کی دوسری دعاؤں کی طرح مقبول و منظور تو ضرور فرمائی مگر اپنی رحمتِ خاص سے ایک استثناء فرما دیا۔ اور "یزکّیھم" کے لفظ کو اپنی شانِ کبریائی اور خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ یکتائی اپنی مخلوق میں بیان کرنے کی خاطر تعلیم کتاب و حکمت سے مقدّم کر دیا ——— مقصد مخلوقِ خداوندی پر یہ واضح کرنا ہے کہ دستور اور قاعدہ کے مطابق تزکیۂ باطن ——— تعلیم و تربیت اور مجاہدہ و ریاضت کی منازل سے گزر کر ہوتا ہے۔ اور اس کے باوجود بھی تزکیۂ باطن کاملاً ہو جانا یقینی نہیں ہوتا مگر اس نبی آخرالزمان اور محبوب کبریا کی شانِ شان اور فیضِ صحبت کا کمال یہ ہے کہ جو اس کی مجلس میں آئے گا اور ایمان کی نگاہوں سے امام الانبیاء والمرسلین کے چہرۂ منوّر و مقدّس پر نگاہ ڈالے گا اس کا تزکیۂ باطن پہلے ہو جاتے گا اور تعلیم و تربیت اس کی بعد میں ہو گی۔

گویا حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم ایسے مزکّیٔ اعظم اور "سراج منیر" ہیں کہ جو خوش بخت زبان سے کلمہ پڑھ لینے اور دل سے تصدیق کرنے کے بعد ان کے سامنے آتے گا، اور اس سراجِ منیر کی نورانی کرنوں میں سے گزرے گا خواہ آن واحدی ہی کے لیے کیوں نہ ہو اس کا ظاہر و باطن بلا کسی محنت اور مجاہدہ و ریاضت کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روشن ہو جاتے گا۔ اور یہ نبیٔ آخرالزمان کا اعجاز ہے اور اس کے فیضان صحبت و نظر کا کمال ہے کہ جو شخص ان کی مجلس میں آئے گا، اس کا تزکیہ پہلے ہو جائے گا اور تعلیم و تربیت و حکمت سے بعد میں اس کا سابقہ پڑے گا۔

حاصل

یہ ہے کہ لفظ "یزکّیھم" کو مقدّم کر کے حق تعالیٰ شانہٗ نے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عظمتِ شان اور ان کے فیضِ صحبت کے کمال کو اجاگر کیا ہے اور دنیا والوں پر ثابت کیا ہے کہ ہر صحابیٔ رسول "تزکیہ" کی دولت لازوال سے مالا مال تھا اور اسی لیے حق تعالیٰ سبحانہٗ نے ان کو معیارِ حق اور ان کے ایمان و اعمال کو ایمان و عمل کی کسوٹی قرار دیا ہے

شہادتِ نبویؐ

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ میرا کوئی صحابی اگر "مُدبھر جَو" اللہ کی راہ میں خیرات کرے اور بعد میں آنے والا اُحد پہاڑ کے برابر سونا" اللہ کی راہ میں خیرات کرے تو پھر بھی "مُدبھر جَو" کے ثواب کو یہ پہاڑ برابر سونا ہرگز پہنچ سکتا ——— اندازہ فرمایئے اور مٹھی بھر جَو کی بات چھوڑیئے! سیروں جَو بھی رتّی بھر سونے کے برابر نہیں بنتے۔ مگر یہاں تو لاکھوں ٹن سونے کو بھی مٹھی بھر جَو سے کمتر شمار کرایا گیا ہے۔ اور دنیا والوں پر یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ صحابہ کے ایمان و اعمال اور خیرات و صدقات کو مقدار، جنس اور اوزان و اعمال کے پیمانے سے نہ تولو، یہ جنس گرانمایہ تو نسبت کے پیمانے میں تُلتی ہے اور دنیا بھر کے ایمان و اعمال جمع ہو کر بھی اس کی گرد کو نہیں پہنچتے جس طرح پہاڑ کے برابر سونا اُن کے مٹھی بھر جَو کے ثواب کی برابری نہیں کر سکتا اسی طرح دوسرے اعمال کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان و اعمال کے

مقابلہ میں ان کے بعد کی ساری کائنات کے ایمان و اعمال ہیچ ہیں اور ان میں ایسا ہی فرق ہے جو ذرّہ اور آفتاب میں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ صحابہؓ کے ایمان و عمل کی برابری یا ہمسری قطعی ناممکن ہے۔ اور ان کے مدارج و مراتب کا اندازہ ایمان و عمل کے ترازو میں نہیں بلکہ نسبت کے پیمانے سے کیا جائے گا ــــ اب قیامت تک آنے والے تمام لوگ راہی ہیں وہ رہنما ہیں۔ لوگ مقتدی ہیں وہ مقتدا ہیں۔ وہ چراغ راہ ہیں اور کائناتِ انسانی اس روشنی میں راہ پانے والی ہے۔ وہ ہدایت کے ستارے ہیں اور نوعِ انسانی ان کو دیکھ کر اپنی سمت اور رُخ درست کر سکتی ہے۔

سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا فاروقِ اعظمؓ کے مقامات

یہ بڑی مشہور بات ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رات کے وقت نماز میں قرآنِ کریم آہستہ آہستہ تلاوت فرماتے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بآوازِ بلند قرآن پاک پڑھتے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تم آہستہ تلاوت کیوں کرتے ہو؟ عرض کیا، حضور! "اسمع من اناجیہ"۔ حضور اس لیے آہستہ پڑھتا ہوں کہ میں جانتا ہوں کہ جس کی مناجات کر رہا ہوں وہ مجھ سے غائب نہیں ہے اور اس کی سماعت ایسی ہے کہ اس کے لیے نزدیک اور دُور اور آہستہ پڑھنا یا بلند آواز سے پڑھنا برابر ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو اُنھوں نے عرض کیا: "اوقظ الوسنان اتی النائم واطرو الشیطان" میں سوتے ہوئے لوگوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں"

ظاہر ہے ہر دو حضرات کے جوابات سے دونوں اساطین امت کے مقامات واضح ہیں۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا جواب شانِ مجاہدات کا مظاہرہ ہے اور سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا بیان شانِ مشاہدات کا عکاس ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مشاہدہ کے اندر مجاہدہ اس طرح ہے جیسے قطرہ دریا میں ــــ اور یہی وجہ ہے کہ جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: "ھل انت الا حسنۃ من حسنات ابی بکرؓ"۔ "عمر تم ابی بکر کی بھلائیوں میں سے ایک حصہ میں ہو" اندازہ فرمایئے! جب سیدنا فاروقِ اعظم جیسی جلیل القدر مہتم بالشان ہستی جس سے عزت و وقار اسلام ترقی پر آیا۔ جس کو فاروق کا لقب زبان رسالت سے ملا اور جس کے بارے میں خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا اور فرمایا کہ "حق زبانِ عمرؓ پر کلام فرماتا ہے"۔ وہ حضرت صدیق اکبرؓ کے مقابلہ میں ایک حصہ بھلائی کے مالک ہیں تو غور کیجیے۔ دنیا کے لوگ آپ کے مقابلہ میں کس درجہ میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے۔ اصلاحِ باطن اور تزکیۂ نفس کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ دولت حضور کی صحبت اور نگاہِ نبوت سے حاصل ہو جاتی تھی۔ چنانچہ جو آفتاب نبوت کے سامنے آجاتا روشن ہو جاتا، جگمگا اٹھتا اور اس طرح ہو جاتا جیسے ستارے۔ ہر ستارہ رہنمائی کا کام دیتا ہے اور آگے روشنی پہنچاتا ہے۔ بعینہٖ اس کائنات میں تمام روشنی صحابہؓ کے طفیل سے پہنچی ہے اور ان کی روشن

باقی صفحہ پر

دورۂ گھانا کا عمومی تاثر

رپورٹ مولانا منظور احمد چنیوٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ ۔

۱ :- گھانا قادیانی جماعت کا مغربی افریقہ میں مضبوط ترین مرکز ہے ۔ گھانا میں مسلمان ۴۵ فیصد، عیسائی ۲۲ فیصد، قدیم مشرک قبائل ۳۰ فیصد اور باقی کچھ اور اقلیات ہیں ۔ قادیانی اقلیت تعداد میں بہت کم لیکن سماجی اثرات میں بہت زیادہ ہیں ۔ گھانا میں سنہ ۱۹۷۱-۷۲ء کی رپورٹ کے مطابق ان کے ۳۱ سیکنڈری سکول ہیں ۔ ان میں سے کسی میں قادیانی طلبہ کی تعداد ۱۵ و ۲۰ سے زیادہ نہیں ۔ باقی طلبہ زیادہ تر مسلمان ہیں ۔ لیکن قادیانی اساتذہ اور منتظمین کی وجہ سے سکول کا عمومی اثر دینیات کا پیریڈ ارتداد کی کھلی دعوت ہے ۔ ان کی محنت جدید تعلیم یافتہ طبقے میں زیادہ ہوتی ہے ۔ عوام انہیں مسلمانوں کا ترقی یافتہ طبقہ سمجھتے تھے ۔ لیکن اب ان سے خاصے متنفر ہو رہے ہیں ۔

۲ :- دارالحکومت اکرا میں جہاں ہمارے خطابات ہوتے ۔ وہاں خطابات کے بعد سوالات و جوابات کا سلسلہ بھی ہوتا تھا ۔ سوالات سے پتہ چلتا تھا کہ عوام بھی کسی حد تک قادیانیوں کے مؤقف اور استدلال سے واقف ہیں ۔ اس سے عیاں ہے کہ قادیانیوں کو یہاں کام کرنے کا بہت طویل اور مؤثر موقعہ ملا ہے ۔

۳ :- یہاں تعلیمی ادارے وہی لوگ قائم کرنے کے مجاز ہیں جنہیں حکومت کا محکمۂ تعلیم پہلے ایجوکیشن یونٹ کے طور پر تسلیم کر چکا ہے ۔ برطانوی عہد میں قادیانیوں کے کثیر تعداد ایجوکیشن یونٹ تسلیم ہوتے اور اسی راہ پر لوگ سکول کھولتے گئے ۔ بعد کے اخراجات سب حکومت دیتی رہی اور انگریز اس طرح یہاں پر قادیانیت کو کاشت کرتے رہے ۔ مسلمان جب اپنے ایجوکیشن ٹرسٹ کی درخواست دیتے اسے منظور نہ کیا جاتا ۔ تاکہ مسلمان بچے قادیانی سکولوں میں جانے پر مجبور ہوں ۔ قادیانی سکولوں میں تعلیم کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور وہاں زیادہ تر مسلمان بچے ہی پڑھتے ہیں ۔ اسی طرح عیسائی مشنری سکولز ہیں ۔ مسلمانوں کے سکول بالکل نہ ہونے کے برابر ہیں ۔ مسلمان سفارتی سطح پر یہاں کی حکومت سے سکول کھولنے کی اجازت مانگیں تو ہو سکتا ہے کہ اجازت مل جائے ۔ لیکن مقامی مسلم جماعتیں کہیں بھی یہ اجازت نہیں لے سکیں ۔

۴ :- سعودی عرب کی حج پالیسی سے قادیانیت کو بہت دھچکا لگا ہے ۔ ان پر حرم کے دروازے بند ہونے سے ان کا غیر مسلم ہونا اب ہر شخص پر آشکارا ہو رہا ہے ۔ ہماری معلومات کے مطابق سعودی سفارت نے اس سلسلہ میں مخلصانہ مساعی سرانجام دی ہیں ۔ پاسپورٹوں کی چھان بین پر مراقب

(سی۔ آئی۔ ڈی) کام کر رہے ہیں۔ لیکن اس میں مزید توجہ کی ضرورت ہے۔ جسے اقتراحات (تجاویز) میں گذارش کیا جائے گا۔

ہمیں معلوم ہوا کہ ایک دفعہ ایک قادیانی نے دھوکہ سے ویزا لے لیا۔ سفارتخانہ کو بعد میں علم ہو گیا۔ وہ شخص جدہ کے لیے جہاز میں سوار ہو چکا تھا۔ کہ وہاں سعودی سفیر پہنچ گئے اور جہاز روک دیا گیا۔ سفیر صاحب نے اعلان کیا کہ جب تک قادیانی نکالا نہیں جائیگا جہاز نہیں جا سکتا۔ اور اگر جہاز اڑا لیا گیا تو میں وائرلیس کروں گا اور یہ جہاز جدہ ائرپورٹ پر نہیں اُتر سکے گا۔ چنانچہ اس قادیانی کو اتار کر اس کا ویزا کینسل کر دیا گیا۔ سفیر صاحب کا یہ جذبۂ ایمانی قابل صد آفرین ہے۔ فجزاہ اللہ خیرالجزاء

۵ :۔ ہم نے یہاں کے چیف امام آف آرمڈ فورسز جناب محمود لیمٹی سے ملاقات کی۔ آپ برما کیمپ مسلم کمیونٹی کے سربراہ ہیں۔ ان سے پتہ چلا کہ ایک پاکستانی عطاء الٰہی ملک یہاں اکرا میں قادیانیت کا پورا محاسبہ کرتے تھے۔ قادیانیوں نے مل کر پاکستانی سفیر ایس۔ ایم معید پر دباؤ ڈالا کہ وزارت داخلہ حکومت گھانا کو کہیں کہ وہ عطاالٰہی ملک کو ملک بدر کر دیں۔ سفیر صاحب موصوف نے حکومت داخلہ کو لکھا کہ ملک صاحب کی سرگرمیاں ناپسندیدہ ہیں انہیں واپس پاکستان بھیجا جائے۔ وزارت داخلہ نے میجر محمود لیمٹی سے اس شخص کے بارے میں رائے پوچھی۔ آپ نے بڑی جرأت سے بتایا عطا الٰہی ملک بہت نیک اور دینی شخصیت ہیں وہ چونکہ قادیانیت کا یہاں محاسبہ کرتے ہیں اس لیے قادیانی انہیں ملک بدر کرانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ فوجی چیف امام کی بروقت مداخلت سے قادیانی بہت بُری طرح ناکام ہوئے۔

۶ :۔ یہاں قادیانیوں نے ایک دفعہ حکومت گھانا سے احتجاج کیا کہ سعودی حکومت انہیں ویزا نہیں دے رہی۔ حکومت نے اسے اپنے فوجی چیف امام محمود لیمٹی کے سپرد کیا۔ امام صاحب نے بڑی وضاحت سے بتایا کہ یہ مذہبی اور دینی معاملہ ہے قادیانی غیر مسلم ہیں، اور غیر مسلم قرآنِ کریم کی رو سے حرمین شریفین میں داخل نہیں ہو سکتے۔

سعودی حکومت اگر مذہبی بنیادوں پر انہیں حرم شریف میں داخل ہونے سے روکتی ہے تو یہ ایک ان کا خالص دینی تقاضہ ہے۔ اس میں کوئی ملک یا کوئی جماعت مداخلت نہیں کر سکتی۔

گھانا میں اس سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ یہاں کا ڈیفنس منسٹر پی۔ کے آدما قادیانی یا قادیانی نواز تھا۔ "وا[illegible]" کی طرف سے وہ قادیانی ووٹوں سے منتخب تھا۔ اس نے چیف امام میجر محمود لیمٹی کو چند قادیانی پاسپورٹ دیئے اور کہا کہ تین دن کے اندر اندر ان پر سعودی ویزا لے کر دو ورنہ تین دن کے بعد تم اس عہدہ پر نہ ہو گے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ امام صاحب بہت پریشان تھے۔ لیکن انہیں اپنے حق پر ہونے کا پورا یقین تھا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں ان کی مدد فرمادیں۔ خدا تعالیٰ کی شان دیکھئے اگلے دن فوجی انقلاب آ گیا اور صبح وہی ڈیفنس منسٹر امام صاحب کے پاس والی حوالات میں قید ہو کر کھڑا تھا۔ امام صاحب کو پاس سے گزرتے ہوتے اس نے آواز دی۔ مگر امام صاحب ختمِ نبوۃ کے اس اعجاز پر اللہ تعالیٰ کے حضور شکر میں مصروف تھے۔ انھوں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

۷ :۔ یہاں پہ مسلمانوں کو عرب ممالک خصوصاً

سعودی عرب کی طرف سے مالی امداد اور کتابوں اور معلمین کا برابر انتظار رہتا ہے۔ جیسے انہیں اپنے تمام دینی کام باہر سے ہی سرانجام دینے ہیں۔ ہمارے بارے میں جب انہیں پتہ چلا کہ یہ سعودی دارالافتاء کی طرف سے ہیں تو ہم یہاں کے جس منظمہ ایسوسی ایشن اور فرد کا عملی تعاون مانگتے وہ ہماری باتیں تو خوب غور سے سنتے ، ہمدردی اور موافقت کا اظہار بھی کرتے۔ لیکن عملی طور پر کسی ہال کو بک کرنا ، اخبارات میں اعلان کرنا اور دیگر منظمات اور آئمہ مساجد کو اس کی اطلاع اور دعوت دینے کے کاموں میں یہاں کسی گھانی نے ہماری مساعدت نہ کی۔ ان کی طرف سے برابر انتظار رہتا کہ انہیں مالی مساعدت ملے تو تبھی کچھ کام ہو گا۔ ان حالات میں ہم نے انہیں بتایا کہ ہم دارالافتاء کے صرف ٹکٹ پر آئے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی رقم نہیں جن سے ہم ان کی مساعدت کر سکیں۔ مگر معلوم ہوتا تھا کہ ان میں دینی کاموں کے لیے خود کچھ خرچ کرنا ، اس کا جذبہ سرے سے موجود نہیں۔ (ہندوستان اور پاکستان میں علماء مدارس اور خطباء مساجد عوام میں یہ جذبہ پیدا کرتے رہتے ہیں اور الحمدللہ تمام تر دینی امور عوام ہی کے چندہ اور تعاون سے انجام پا رہے ہیں۔ ماشاءاللہ) ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے گھانی علماء و مبعوثین نے یہاں کے لوگوں میں اس قسم کا جذبہ یا ذہن پیدا کرنے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی۔ انہیں خود بھی ہر بات میں سعودی حکومت کی طرف سے ہی مساعدت کا انتظار رہتا ہے۔ سعودی سفارت خانے کے گھانی ملازمین میں بھی یہی رنگ نظر آیا۔ سفیر صاحب خود ذاتی دلچسپی نہ لیتے تو یہاں کام کرنا بہت ہی مشکل ہوتا۔ گھانا کے ان حالات کی بہتری کے لیے اقتراحات (تجاویز) میں کچھ عرض کیا جائے گا۔

۸:- یہاں کے سفیر صاحب نے کئی موقعوں پر اپنی جیب خاص سے طلبہ اور ایسوسی ایشنوں کے کارکنوں کی امداد کی کہ وہ ختم نبوۃ کے اس کام میں ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ ہالوں میں اجتماع منعقد کرنے میں کچھ کام کریں ، یا ہمارے ساتھ سفر میں رفاقت کریں۔ بعض تبلیغی اشتہارات سائیکلو سٹائل مشین سے چھاپنے میں جب کوئی ہمارا مساعد نہ ہوا تو جناب سفیر محترم نے خود عشاء کے بعد اپنے ہاتھوں یہ محنت کی۔ اس عظیم دینی جذبے اور کار مشقت نے ہمیں بہت زیادہ متاثر اور ممنون کیا۔ جس کی نظیر ان دنوں بہت ہی کم ملے گی۔ اگر بڑے لوگوں میں سے چند افراد ہی اس جذبے کے پیدا ہو جائیں تو دینی مہمات میں انقلاب آ سکتا ہے۔

۹:- اکرا گھانا کا دارالحکومت ہے اور اب یہیں قادیانیوں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ پہلے قادیانی مرکز سالٹ پونڈ میں تھا۔ یہاں اس دورے میں خدا کے فضل و کرم سے بہت اچھا کام ہو گیا ہے۔ اس کے مختلف علاقوں میں ختم نبوۃ کی دینی محنت ہوئی ہے۔ اکرا کا علاقہ مبروک ، لیباڈی ، نیما میں علیحدہ علیحدہ اجتماعات منعقد ہوتے جن میں یہاں کے مقامی لوگوں نے بہت دلچسپی لی اور نہایت غور و فکر سے اس موضوع کو سنا۔ یہاں نیما کے علاقہ میں تو بار بار اجتماعات ہوتے اجتماعات جمعہ میں لوگ عظیم تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ ہمیں اکرا میں اجتماع جمعہ جاپان موٹر سنٹر ، نیما کی جامع مسجد حاجی نوگا اور برما کیمپ کمیونٹی سنٹر کی مسجد میں بیان کے اچھے مواقع ملے۔ اور یہاں پوری وضاحت سے اسلام کا عقیدہ

ختم نبوت ، مرزا غلام احمد کے کفریہ عقائد ، رابطہ عالم اسلامی اور پاکستان کی تاریخی قرار دادوں کا بیان ہوا۔

۱۰:۔ گھانا کے جن علاقوں میں اور کام کی ضرورت تھی مگر تعاون میسّر نہ آنے کے سبب ہم کام نہ کر سکے وہ یہ ہیں:

"وا - کماسی - ٹیچی مان - تمالی - سالٹ پونڈ۔

"وا" کے لیے ہم ۲۴-۱۰-۱۹۷۸ء کو روانہ ہوئے۔ ایک گھانی دینی کارکن ہمارے ساتھ رہنما تھے سفر تھا۔ جسے سعودی سفیر صاحب نے اپنی ذاتی امداد سے ہمارے لیے رفیق سفر کیا تھا۔ مگر عین اس وقت جب ہم ٹیکسی میں بیٹھ چکے تھے اس نے کہا کہ مجھے بطور سفر خرچ دی جانے والی رقم تھوڑی ہے مجھے آپ بھی کچھ دیں۔ آپ دارالافتاء کے نمائندے ہیں۔ آپ کے پاس بڑی رقم ہو گی۔ مجھے بھی کچھ دیں۔ ہم نے اسے بہت سمجھایا لیکن بات اس کے ذہن میں نہ آتی تھی۔ آخر میں اس نے ساتھ چلنے کے لیے بالکل نہ کر دی اور ہم مجبوراً واپس آ گئے۔

اسی سفر کے ساتھ ٹیچی مان اور "وا" کا بھی پروگرام تھا وہ بھی ضائع ہوا۔ یہاں کے گھانی مبعوثین اگر اس کام کو اپنا کام سمجھتے اور ہمارے ساتھ خود ان دینی سفروں میں چلتے تو نتیجہ اس کے برعکس ہوتا۔

کماسی میں ایک سعودی مبعوث شیخ صالح حسین ہیں۔ ان کے نام ہمارے پاس دارالافتاء سعودی کی طرف سے توصیہ بھی تھا۔ انھوں نے ہمارے ۱۹۷۶ء کے دورہ کی طرح اب بھی ہر بات میں "لایمکن" اور "لا استیطیع" کا وظیفہ جاری رکھا۔ کہا کہ استاد آدم نائیجیریا گئے ہوتے ہیں۔ میں یہاں اکیلا کچھ نہیں کر سکتا۔ سفیر صاحب نے اسے فون پر بہت سمجھایا کہ تم اتنے سالوں سے کماسی رہ رہے ہو تو تمہارا اپنا کوئی اثر نہیں کہ تم کوئی اجتماع کر سکو۔ اب تک وہاں پر قادیانیوں کے بارے میں کوئی کچھ کام نہیں ہوا۔ کیا تم کوئی خصوصی مجالس بھی ترتیب نہیں دے سکتے۔ تو اس نے کہا۔ نہیں۔ ان باتوں کی تفصیل سفیر صاحب ہی بہتر بتا سکیں گے۔

۱۱:۔ گھانا کے عجیب اقتصادی حالات میں سے ہے کہ کبھی کبھی اچانک کسی چیز کی قلت ہو جاتی ہے۔ ہم جس دن گھانا پہنچے اس سے ایک دو دن پہلے پٹرول اس آزمائش کا شکار تھا۔ پٹرول نہ ملنے سے گاڑیاں سڑکوں کے کنارے کھڑی تھیں۔ ان حالات نے ہمارے کام پر بہت اثر ڈالا۔ شیخ خالد کمال ان حالات سے بکمال ہوشیاری اور ہمت سے نپٹتے رہے ورنہ تو اکرا میں کام نہ ہو سکتا۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

مزید برآں معلوم ہوا کہ یہاں کے لوگ کسی عزیز یا کسی دوست کے حج پر جانے کے اہتمام میں کئی دن پہلے سے اپنے معمول کے کام چھوڑ دیتے ہیں۔ یہاں سے جانے والے حجاج کرام تعداد میں زیادہ نہیں۔ اس سال صرف پندرہ صد کی تعداد تھی۔ لیکن یہاں حج کے اہتمام نے بھی ہمارے کام پر بہت اثر ڈالا۔ جس کسی سے کسی کام کے تعاون کے لیے کہیں وہ یہی کہتا کہ حج کے دن ہیں۔

ان حالات کے باوجود ہم نے سفیر صاحب اور شیخ خالد کمال کی مساعدت سے کام کی کچھ راہیں نکالیں اور الحمدللہ "اکرا" میں اچھا کام ہو گیا۔ لیکن اس بات کا افسوس رہا کہ "اکرا" کے باہر دوسرے شہروں میں خصوصاً "کماسی" اور "وا" کے علاقوں میں جو قادیانیوں کے مضبوط مراکز ہیں وہاں

کام کی راہیں ابھی تک نہیں کھل سکیں ۔

۱۴ ۔ گھانا میں سعودی مبعوثین اپنے اپنے مراکز میں تعلیمی کام کر رہے ہیں اور تبلیغ بھی کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتی ہے ۔ لیکن تبلیغ کا کام منظّم دکھائی نہیں دیتا ۔ مبعوثین کا ملکی سطح پر کوئی تبلیغی دورہ نہیں ہوتا ۔ نہ یہاں کوئی سالانہ کانفرنس ہوتی ہے ۔ جس میں سب اپنے کام اور اپنی دینی ذمہ داریوں کا جائزہ لے سکیں ۔ اور مذاہب معدومہ کی تردید میں اپنی جھود ترتیب دے سکیں ۔ اور سارے ملک میں اس کام کو پھیلایا جا سکے ۔ ان کے موجودہ کام میں مسیحیت اور قادیانیت کے ردّ عمل میں کوئی متعیّن رفتار اور پروگرام نہیں ۔ البتہ ۱۹۷۰-۷۱ء میں جناب عطاء الٰہی ملک پاکستانی اور سعودی مبعوث شیخ خالد کمال نے ردِّ قادیانیت میں نہایت مؤثر جدوجہد کی ہے ۔

اب طلبہ میں بیداری پیدا ہو رہی ہے ۔ ہم نے ۱۹۷۶ء کے دورہ میں رابطہ عالم اسلامی اور پاکستان کی قراردادوں کی تشہیر میں جو کام کیا تھا اس سے بھی طلبہ نے پورا فائدہ اٹھایا ۔ گھانا مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن نے ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ء کو ایک قرارداد منظور کی جس کی رو سے قادیانی ان کا ممبر نہیں ہو سکتا تھا ۔ ان کا سیکرٹری احمد نومافر توامسی تھا ۔ اسے بھی انھوں نے جماعت سے خارج کر دیا ۔ اور اس کی اطلاع دیگر تمام مسلم تنظیموں کو دے دی ۔ اس سے طلبہ کے عام رجحانات کا پتہ چلتا ہے ۔ کہ وہ اب قادیانیوں سے کسقدر نفرت کرنے لگے ہیں ۔

مذکورہ بالا حالات میں جو اقدامات اصلاحِ امور کے بارے میں ہماری سمجھ میں آتے ہیں بطورِ تجاویز عرضِ خدمت ہیں ۔

(۱) یہاں کے گھانی مبعوثین کی شرائطِ ملازمت میں سے ہونا چاہیئے کہ وہ ملکی سطح پر تبلیغی مہمات اور آنے جانے کے لیے اپنے اپنے حلقوں میں چھوٹی چھوٹی سطح پر مالی معاونت حاصل کرنے کا نظام بنائیں ۔ لوگوں کو دینی کاموں کے لیے دینے کی کسی سطح پر عادت ہو جاتے تو یہ ذہن خود ختم ہو جاتے گا کہ ہر دینی کام باہر کی امداد سے ہی ہو سکتا ہے دو سال کی محنت کے بعد کم از کم اتنی رقم ضرور اس حلقے سے جمع ہونے لگے گی کہ وہاں کے مبعوث کی نصف تنخواہ اس سے بن سکے ۔ اس قسم کا ایک تجربہ پاکستان کے ایک مخلص شخص سیٹھی محمد یوسف مرحوم نے تحفیظ القرآن مدارس کے سلسلہ میں کیا ہے اور وہ خاصا کامیاب رہا ہے ۔ اس تجویز کا یہ مطلب نہیں کہ سعودی عرب ان کی امداد کے لیے تیار نہیں ۔ لیکن یہاں کے مسلمانوں کی ذہنی تربیت کے لیے اس اندازِ عمل کو اپنانا نہایت ضروری ہے ۔ جو علماء اور آئمہ کسی علاقے میں محنت کرتے ہیں ان کی یہی امداد کافی ہے کہ انہیں دو سال کے لیے ایک میدانِ عمل مہیّا کر دیا جاتے ۔ پانچ سال محنت کرنے کے بعد بھی اگر وہاں کا دینی کام اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہوتا تو پھر وہاں اور روپیہ ضائع نہ کیا جاتے ۔

(۲) مبعوثین کرام کے تبلیغی کام میں مسیحی اور قادیانی نظریات کے پیشِ نظر اہم عنوانات پر تبلیغی کام منظم ہونا چاہیئے اور ان کے خلاصہ جات انگریزی اور مقامی زبانوں میں ٹائپ ہو کر تا جماعات جمعہ اور دیگر مجالس و اجتماعات میں تقسیم ہوتے رہیں ۔

یہ اندازِ عمل کہ ہر مرحلے پر رابطہ یا دارالافتاء

سے ہی کتابیں اور رسالے طلب کیے جائیں۔ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ سعودی عرب کی طرف سے گو اس میں کمی نہیں۔ لیکن ہم نے ہر جگہ یہی سنا کہ ضرورت کا لٹریچر ہمیں نہیں مل رہا۔ اس کی اصلاح اس طرح ہو سکتی ہے کہ مقامی مبعوثین عیسائیوں، قادیانیوں اور دیگر اسلامی امور کے بارے میں اپنے محاضرات و دروس دو دو چار چار صفحات میں لکھنے، ٹائپ کرانے، انہیں سائیکلو سٹائل کرانے اور تقسیم کرانے کی مسلسل عادت ڈالیں۔ اور ان اوراق کو اپنی ماہانہ رپورٹ میں شامل کیا کریں۔ اس سے لٹریچر میں تازگی بھی رہے گی اور ہر شخص کو فراوانی سے معلومات!

۳۔ مغربی افریقہ کے ہر ملک میں
قادیانی لٹریچر کا سیٹ

قادیانی کذب و انکار میں بڑے جری ہوتے ہیں۔ ان کی اصل کتابیں سامنے نہ ہوں تو اپنی ہر بات کو پھیر لیتے ہیں۔ ان کے مضبوط رد کے لیے ضروری ہے کہ ہر ملک میں متنبی قادیان اور اس کے بیٹوں کی اصل کتابوں کا ایک ایک سیٹ ضرور موجود ہو۔ مقامی مبعوثین اس لٹریچر کو خود بھی استعمال کریں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اس کے استعمال کی عادت ڈالیں۔ باہر سے آنے والے علماء اور مبلغین بھی جب ان ممالک میں آئیں تو ہر جگہ ردّ قادیانیت کا کام احسن طریق سے ہو سکے۔ اسی طرح عیسائیت کے متعلق بھی ضروری لٹریچر مرکز میں موجود ہونا چاہیے۔

۴۔ افریقی طلباء کی تعلیم و تدریب

قادیانی جو اپنی جماعت میں یہاں تعلیم و تدریب کا کام کر رہے ہیں، ان میں کئی ایک قادیانی اپنے عالمی مرکز "ربوہ" میں رہ کر تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ وہ اچھی طرح اردو لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ قادیانیت کا ۹۵ فیصد لٹریچر اردو میں ہے۔ یہ افریقی گھانی کارکن قادیانیت کو اس کے مصادر سے سمجھتے ہیں لیکن ہمارے افریقی مبعوثین میں ایک بھی اردو جاننے والا نہیں ہے۔ ہم نے اس سلسلہ میں گھانا کے عمائد اور سوسائٹی پر اثر انداز ہونے والے بڑے لوگوں سے بہت ملاقاتیں کیں۔ گھانا کے سابق اٹارنی جنرل جناب بی۔ای کواڈ سوئنزی سے ہماری دو دفعہ مفصّل ملاقات ہوئی۔ موصوف کے ساتھ طلبہ اور صحافت کے بعض نمائندے بھی تھے۔ بحث و تمحیص کے بعد ہم میں یہ پانچ باتیں طے ہوئیں:

۱۔ مغربی افریقہ میں قادیانیت کے استیصال کے لیے چند افریقی طلبہ کو تعلیم و تدریب کے لیے پاکستان بھیجنا ضروری ہے تاکہ وہ قادیانیت کے سدّباب کے لیے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو زبان بھی سیکھ سکیں جس میں قادیانیت کا اصل لٹریچر ہے۔

۲۔ افریقی لوگوں میں زیادہ مذہبی دلچسپی پیدا کرنے کے لیے قادیانیت کے ساتھ ساتھ مسیحی عقائد و نظریات کے بارے میں بھی لوگوں کو زیادہ سے زیادہ باخبر کیا جاتے۔ اسلام کی اس مثبت دعوت سے کام کو بہت تقویت ملے گی۔

۳۔ جناب بی۔ای کواڈ سوئنزی کسی افریقی تنظیم کے تحت مقامی سعودی مبعوثین سے مشورہ کر کے دس طلبہ کا پاکستان کے لیے انتخاب کریں گے۔ یہ طلبہ ۱۴ سال سے ۱۶ سال کے اندر عمر کے ہوں۔ پاکستان میں ادارہ دعوت و ارشاد چنیوٹ میں عربی، اردو انگریزی تین زبانوں کے ساتھ قرآن و حدیث کی

دینی تعلیم حاصل کریں۔ یہ جگہ قادیانی مرکز ربوہ کے قریب ہونے کی وجہ سے نہایت موزوں رہے گی وہاں قادیانیت اور عیسائیت میں ان کی خصوصی تربیت ہو۔ اس کے ساتھ وہ سرکاری دفتروں میں کام کر سکنے کی کچھ فنی تعلیم بھی حاصل کریں۔ تاکہ افریقہ واپس آکر زیادہ وسیع دوائر میں کام کر سکیں۔ ان طلبہ کے پاکستان کے جملہ اخراجات کا ادارہ مذکورہ ذمہ دار ہو گا۔ طے پایا کہ یہ طلبہ فروری ۱۹۶۹ء میں پاکستان پہنچ جائیں۔ طے پایا کہ جناب بی۔ ای کواڈ سوئنزی ان کے پاسپورٹوں کے لیے ضروری انتظامات کریں۔

۴۔ مغربی افریقہ کے اعلیٰ تعلیمیافتہ نوجوانوں کی دینی تربیت اور ضروری تعلیم کے لیے انگلینڈ میں چار ماہ کا ایک ریفریشر کورس ہو۔ جس میں قادیانی اور مسیحی نظریات کے تنقیدی مطالعہ کے ساتھ ساتھ انہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلامی عقائد و اعمال کی بھی تعلیم دی جائے۔ ان کا ذریعہ تعلیم انگریزی ہو۔ طے پایا کہ یہ طلبہ بیس سے تیس سال عمر کے مابین ہوں۔ انہیں بھی افریقی مسلمانوں کی مذکورہ تنظیم انتخاب کرے۔ اور وہ اسلامک اکیڈمی مانچسٹر میں یہ اپنا نصاب پورا کریں۔ اکیڈمی مذکور ان کی رہائش وغیرہ کے اخراجات اور انتظامات کی ذمہ دار ہو گی۔ امیگریشن کے لیے جناب سوئنزی برطانوی سفراء مقیم مغربی افریقی ممالک سے رابطہ قائم کریں گے۔

۵۔ طے پایا کہ گھانا کی وزارتِ تعلیم سے مسلمانوں کے چند ایجوکیشن یونٹ منظور کرائے جائیں اور مسلم ممالک کے سفراء سے سفارتی سطح پر تعاون حاصل کیا جائے۔ تاکہ گھانا میں مسلم سکول قائم ہو سکیں۔ ابتدائی محنت کے بعد ان کے جملہ اخراجات گورنمنٹ دے سکے گی اور مدارس کے دینیات کے پیریڈ میں فروغِ اسلام اور ردِ مذاہب ہدامہ کا کام ہو سکے گا۔

پیشِ نظر رہے کہ گھانا میں قادیانیوں کے ایسے بے شمار سکول ہیں۔ جن کے اخراجات ان کی گورنمنٹ ادا کرتی ہے۔ لیکن برطانوی عہد میں گھانا کی حکومت نے مسلمانوں کی کسی تنظیم کو ایجوکیشن یونٹ کے طور پر منظور نہیں کیا۔ اور اسی طریق سے انگریز یہاں قادیانیت کو کاشت کرتے رہے تھے۔

یہ تجاویز اگر مناسب ہوں تو التماس ہے کہ تجویز نمبر ۳ کے لیے ادارہ دعوت و ارشاد چنیوٹ پاکستان کو، تجویز نمبر ۴ کے لیے اسلامک اکیڈمی مانچسٹر کو، اور تجویز نمبر ۵ کے لیے جناب سوئنزی (ص۔پ ۹۸۷۵ اکرہ۔ گھانا) کو اس کام کی ضرورت اور عظمت اور اہمیت کے لیے مزید توجہ دلائی جائے تاکہ یہ ادارے ان تجاویز پر عمل کریں۔

تبلیغ کا مستقل کام اور سالانہ کانفرنس کا قیام

اہم ضرورت ہے کہ ان ممالک میں چند ایسے دعاۃ بھی ہوں جن کے ذمہ تعلیمی کام نہ ہو، صرف تبلیغی کام ہو اور ان کا دائرہ عمل صرف ایک شہر نہیں پورا ملک ہو۔ اور وہ ہر جگہ جہاں قادیانیت کا اثر ہے ردِ قادیانیت کے لیے جاتے ہیں۔ اور جہاں عیسائی کام کر رہے ہیں۔ وہاں بھی ان کے رد کے لیے جایا کریں۔ نائیجیریا کی سعودی سفارت کے ملحق دینی انہیں ہر ماہ دورے کی ہدایات دیا کریں اور وہ ہر ماہ اپنے کام کی رپورٹ دیا کریں مناسب ہو تو ان ملحق دینی کا ایک نائب گھانا میں اور ایک سیرالیون میں ہوں اور ان کے بھی اپنے اپنے مکتب ہوں۔ جو دعوت و ارشاد کے اس کام کے ان ملکوں میں مرکز بن سکیں۔

عقائدِ اسلام کی تبلیغ اور مسیحی اور قادیانی نظریات کی تردید کے لیے اکرا میں ایک سہ روزہ سالانہ کانفرنس ہونی چاہیے۔ تاکہ گھانا میں اب تک کی گئی تمام کوششیں ایک مرکز پر آسکیں۔ یہ کانفرنس ختم نبوت کے نام پر ہونی چاہیے۔ اور اس میں پورے ملک کے مبعوث جمع ہوں۔ جو آئندہ سال کے دینی کاموں کا نقشۂ عمل بھی باہمی مشورہ سے طے کریں۔ سفارت سعودی کے ملحق دینی ان تجاویز کو منظور کر کے ان کی عمل تشکیل کریں۔ ردِ قادیانیت اور عیسائیت پر بیرونِ ملک سے اکابر علماء کرام بھی آئیں تاکہ یہاں کی دینی زندگی میں حرکت پیدا ہو۔ کانفرنس میں عامۃ المسلمین اور طلبہ میں ہر دو سطحوں پر کام کیا جائے۔ اس میں کماسی، ٹاماچی مان، وا اور دیگر علاقوں سے طلبہ اور نوجوانوں کے آنے کے لیے خاص انتظامات کیے جائیں۔ اس کانفرنس کی پبلسٹی اشتہارات، اخبارات، ریڈیو اور تمام جدید طریقوں سے کی جاتے۔

کانفرنس کے انتظامات کے لیے پہلے سال چوتھائی اخراجات مقامی تنظیموں سے جمع ہونے چاہئیں۔ مبعوثین کرام اس کے لیے محنت کریں۔ اس سے مقامی لوگوں میں اس کام کی دلچسپی اور اہمیت پیدا ہو سکتی ہے۔ باقی تین حصے اخراجات کے لیے ان کی مساعدت ہونی چاہیے۔ اس کانفرنس کی مجلس انتظامیہ میں مقامی لوگوں کے ساتھ گھانا میں مقیم پاکستانی بھی لیے جائیں۔ کیونکہ پاکستان کے لوگ قادیانیوں کے طریق کار سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔

مشنری ڈسپنسریوں کی ضرورت

مغربی افریقہ میں قادیانیوں کی مشنری ڈسپنسریاں کئی جگہ قائم ہیں۔ لوگ اپنی ضرورت کے تحت ان سے رجوع کرتے ہیں۔ اور ان ڈسپنسریوں اور ہسپتالوں کے مشنری ورکر عوامی حلقوں میں اپنا مذہبی کام کرنے کی اچھی خاصی راہیں پیدا کر لیتے ہیں۔ اگر ان ممالک کے چند بڑے شہروں میں ختم نبوت مشن کی بھی چند ڈسپنسریاں قائم ہوں تو یہاں کے دینی کام میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ اس مقصد کے تحت ان ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کی جائیں جو کام شروع کرنے سے پہلے مسیحی اور قادیانی عقائد کے بارے میں تین ماہ ٹریننگ لیں۔

مہمان خانے کا قیام

ایشیائی اکابر و مشائخ خواہ مشرق وسطیٰ سے ہوں یا مشرق اقصیٰ سے افریقی طرز کے کھانے نہیں کھا سکتے۔ قیام ایک دو دن سے زیادہ ہو تو یہاں خوراک کا مسئلہ ان کے لیے خاصا مشکل بن جاتا ہے۔ ہوٹلوں میں رہائش تو مل جاتی ہے مگر مزاج کے مطابق کھانا نہیں ملتا۔ نیز دعاۃِ اسلام ہوٹلوں میں قیام کریں تو اکثر اوقات یہ عامۃ الناس کی رسائی سے بالاتر رہتے ہیں۔ تجّار لوگوں کے لیے تو اس انداز میں حرج نہیں۔ لیکن عام نگاہوں میں اسلامی مبلغین کے لیے یہ معیار پسند نہیں کیا جاتا۔ اور یہاں کے مقامی لوگ اپنے



ہاں سے دینی کام کے لیے کچھ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

ان حالات میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "اکرا" میں سفارت سعودی کے تحت ایک مہمان خانہ ہو جس میں اس سفارت کے ملحق دینی یا نائیجریا کے ملحق دینی کے نائب کا دفتر بھی ہو۔ اور وہی جگہ مؤتمر سعودی (سالانہ کانفرنس) کے لیے مرکز و دفتر کا کام دے۔ اس مہمان خانے کے قیام سے اس علاقہ میں ہر اسلامی ملک کے علماء و مشائخ اپنے اخراجات سے آ جا سکیں گے۔ اور ان کے تعاون سے یہاں کی دینی محنتوں میں کافی مدد مل سکتی ہے۔

ان سات تجاویز میں تجویز ۲ کی ۳، ۴، ۵ اور تجویز ۵ پہلی اور پہلی فوری توجہ کی مستحق ہیں۔ افریقہ کے مختلف مدارج کے طلبہ اور باثر زعماء ان امور کا شدید احساس رکھتے ہیں اور ان تجاویز کی عملی شکل ان علاقوں میں عظیم اسلامی خدمت ثابت ہو سکتی ہے۔ مغربی افریقہ کے ۱۹۷۸ء کے اس دورہ میں ۱۹۷۶ء کے دورہ کے تجربات ہمارے لیے مشعل راہ تھے۔

اس دورہ میں ہم نے سکولوں اور کالجوں کا زیادہ رُخ کیا۔ مدیران معاہد نے ہم سے خاصا تعاون کیا اور طلبہ کی کثیر تعداد اجتماعات نے اعتقادی مباحث میں گہری دلچسپی لی۔ اب وہاں طلبہ اور نوجوانوں میں اعتقادی شعور پیدا ہونے لگا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے وہاں کے عمائد اور سوسائٹی پر اثر انداز ہونے والے بڑے لوگوں سے زیادہ ملاقاتیں کیں۔ اور ان لوگوں کو جگایا جن کے زیرِ اثر ہزاروں افراد کے بیدار ہونے کی امید ہے۔ ربّ العزت سے دعا ہے کہ وہ تجاویز کو عمل میں لانے کی توفیق دے اور دعوتِ اسلامی کے اس دورے پر اچھے اثرات مرتب فرمائے۔ آمین۔

بقیہ: خطبۂ جمعہ

کی ہوئی قندیل نوعِ انسانی کو مینارِ نور کا کام دے رہی ہے —— ہمارے تمام اعمال، ہمارا ایمان اور اسلام اور دینِ حق کی تمام روشنی صحابہ کرامؓ کا صدقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں اہل سنت والجماعت بنائے۔ اب تزکیہ کی دولت مجاہدوں اور ریاضت سے حاصل ہوتی ہے۔ جیسے دن کے وقت سورج کی روشنی میں کسی چراغ یا بجلی کے قمقمے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ آفتابِ نبوت کی موجودگی میں ظاہر و باطن خود بخود روشن ہو جاتے تھے۔ مگر اب قمقموں کی ضرورت ہے اور چراغ سے چراغ جلتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تزکیہ کی نعمت نصیب فرمائے۔ آمین۔

غروبِ آفتاب

نالۂ دل بر وصال عارفِ ربانی حضرت سید شاہ مقبول احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۴؍ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ شبِ جمعہ
۲۳؍ مارچ ۱۹۷۸ء)

حضرت سید نفیس الحسینی صاحب سے ایک دنیا واقف ہے۔ آپ کے ماموں حضرۃ سیدؔ مقبول شاہ صاحب قدس سرہٗ مدت العمر فیصل آباد کی مرکزی عیدگاہ واقع ماڈل ٹاؤن کی مسجد میں منبر و محراب کی خدمت سرانجام دیتے رہے اور سالِ گذشتہ اس دارِ فانی سے انتقال فرما گئے۔ سید نفیس صاحب نے اپنے احساساتِ قلبی کا ان اشعار میں اظہار فرمایا اور میری درخواست پر یہ اشعار مجھے مرحمت فرما دیئے۔ کیونکہ مرحوم سے احقر کو دلی تعلق و عقیدت تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے صاحب تقویٰ و ورع لوگ اس دنیا میں خال خال ہی ملتے ہیں۔ جس شخص کی ساری عمر تہجد کی نماز قضا نہ ہوئی ہو اس کی رفعتوں کا اندازہ آسان نہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر و فکر سے مرحوم کو گہرا لگاؤ تھا۔ آپ کے چہرہ مہرہ اور چال ڈھال سے عالمانہ وقار و شرافت ٹپکتی تھی۔ اور جو ان کی مجلس میں بیٹھتا تھا وہ دلی طمانیت محسوس کرتا تھا — موقعہ ملا اور حالات نے اجازت دی تو انشاء اللہ ان کی سیرت و سوانح کا ایک قلمی خاکہ کسی وقت پیش کرونگا — فی الحال اسی پر اکتفا کرتے ہوئے بارگاہ قدس میں دست بدعا ہوں کہ ؎

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

علوی

چھپ گیا آفتاب شام ہوئی — اِک مسافر کی رہ تمام ہوئی
شب سیہ پوش ہوگئی غم سے — صبح کی آنکھ لالہ فام ہوئی
زندگی پرکُشا رہی برسوں — آخرِ کار زیرِ دام ہوئی
آہ خاموش ہیں وہ لب جن سے — یادِ حق باصد التزام ہوئی
اُٹھ گئی برکتِ سحر گاہی — لیلۃ القدر بے قیام ہوئی
مے و مینا کا دور ختم ہوا — آخرِ شب شکستِ جام ہوئی
جانِ جاناں کے ساتھ ہی رخصت — لذتِ نامہ و پیام ہوئی
گوشۂ چشمِ التفات پھرا — ختم رسم و رہِ سلام ہوئی
میکدے کی بہار بیت گئی — بند اب وہ صلائے عام ہوئی
اُن کا دِل مہبطِ محبت تھا — اب محبت خیالِ خام ہوئی
جب ملے دِل سے دِل قریب ہُوا — رُوح سے رُوح ہمکلام ہوئی
اُن کی گمنام زندگی دیکھیں — وہ جنھیں شہرتِ دوام ہوئی
لاکھ گرہوں میں بند تھی پھر بھی — مُشک و عنبر کی موج عام ہوئی
ساعتِ وصل آن ہی پہنچی — بندگی فائز المرام ہوئی
زہے وہ جاں کہ مطمئن تھی یہاں — آخرت میں بھی شاد کام ہوئی
مرحبا وہ نفس کہ جس کو نصیب — خُلد کی عشرتِ مُدام ہوئی
شاد باش اے مکینِ خلد، تری — تربتِ خام خوش مقام ہوئی
میری تحریر رہ گئی قاصر — اُن کی توصیف ناتمام ہوئی

تو بھی کر فکرِ آخرت کہ نفیس
زندگی رُو بہ اختتام ہوئی

سید نفیس الحسینی

نئی تعلیمی ترمیم پر

ڈاکٹر سید عبداللہ کا بیان

۱۔ انگریزی ذریعہ تعلیم سکولوں کو مزید تحفظ دے دیا گیا۔
۲۔ بتدریج کا پرانا حربہ پھر چلنے لگا
۳۔ انگریزی پبلک سکول ثقافتی و نظریاتی وحدت کے منافی ہیں۔

توقع تھی کہ پاکستان میں اردو کے مقام اور حیثیت کے بارے میں قومی تعلیمی پالیسی پر نظرثانی کے بعد صورت حال بہتر ہو جائیگی۔ لیکن مقام افسوس ہے کہ نظرثانی کے نئے اعلان سے ہمارے لیے اطمینان کی کوئی شکل سامنے نہیں آئی۔

اصل قومی تعلیمی پالیسی میں اردو کے بارے میں بے دلی، تذبذب اور سرد مہری کا اظہار ہوا تھا اس کی ترمیم نے معمولی لفظی ہیر پھیر سے تلافی کی جس صورت کا اعلان کیا ہے وہ عذر گناہ بدتر از گناہ کی تعریف میں آتا ہے۔ حق یہ ہے کہ اس نئی ترمیم نے بتدریج کے بہانے سے انگریزی ذریعہ تعلیم پرائیویٹ سکولوں کو کم سے کم دس برس کا پختہ سرکاری تحفظ دے دیا ہے۔ مجموعی طور سے بھی اردو جیسے اہم اور بنیادی مسئلے کے بارے میں بھی حکومت کا مؤقف بالکل غیر واضح ہے اب تک جو اعلانات ہوئے ہیں وہ سیاسی ابہام اور لایقینی کے حامل ہیں۔ اردو کا مسئلہ تعلیم کے علاوہ دفتروں، عدالتوں اور عام معاشرتی کاروباری روابط سے بھی تعلق رکھتا ہے لیکن حکومت اب تک دفتری و عدالتی زبان کے بارے میں بالکل خاموش ہے گویا اس کے نزدیک یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں۔

قومی تعلیمی پالیسی اصلی و ترمیمی میں جو کچھ نظر آتا ہے اسے اشک شوئی کے سوا کسی اور لفظ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا یہ بات یقینی ہے کہ اردو کی حیثیت جو ۱۹۶۱ء تا ۱۹۷۰ء میں تھی اب وہ بھی نہیں رہی۔ مذکورہ بالا زمانے میں اردو کو ایم اے، ایم ایس سی تک ذریعہ تعلیم و امتحان کا حق دے دیا گیا تھا بلکہ پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالات کے لیے اردو کی اجازت تھی لیکن یہ تعلیمی پالیسی اس کے بارے میں خاموش ہے اور قانون اور سائنس کی تعلیم کے متعلق کوئی بات ہی نہیں کی میٹرک تک کچھ بات کی گئی ہے لیکن بے دلی

سے البتہ انگریزی ذریعہ تعلیم سکولوں کے بارے میں حد درجہ مشفقانہ رویہ رکھا ہے بڑی مشکل سے اتنا مانا گیا تھا کہ سرکار کے تحت انگریزی سکولوں کا ذریعہ تعلیم اردو ہوگا اور پرائیویٹ منظور شدہ سکولوں پر اس کا اطلاق نہ ہوگا۔ اس طرح پرائیویٹ انگریزی سکولوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی تاکہ گلی گلی کوچے کوچے میں لوگوں کو انگریز بناتے پھریں اور تجارتی ادارے بن کر لوگوں کو لوٹتے پھریں۔ پھر جب اس اجازت عام پر احتجاج ہوا تو ۲۷ دسمبر کو ایک ایسی ترمیم کی گئی ہے جسے عذر گناہ بدتر از گناہ ہی کہا جا سکتا ہے اس سے صورت حال پہلے سے بھی بدتر ہو گئی ہے۔ پہلے فیصلے میں اردو کے لیے جو تھوڑی بہت گنجائش پیدا کی گئی تھی ترمیمی فیصلے نے اسے بھی مشکوک و مخدوش بنا دیا ہے۔

نیا ترمیم شدہ فیصلہ یہ ہے کہ پرائیویٹ انگریزی سکولوں سمیت سب سکولوں میں اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے گا مگر بہ تدریج سے ہوگا اور تدریج کی سرکاری تشریح یہ ہے کہ اس تدریجی تبدیلی کا عمل اس پہلی جماعت سے شروع ہوگا جو ۱۹۷۹ء میں داخلہ لے گی پھر یہی جماعت جوں جوں تدریجاً اگلی جماعت میں داخل ہوتی جائے گی میٹرک تک اردو ذریعہ تعلیم بھی سال بہ سال آگے بڑھتا جائے گا۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ تبدیلی کا عمل میٹرک تک دس سال اور انٹر تک بارہ سال لے گا بشرطیکہ اس عرصے میں کوئی اور پالیسی نہ آ گئی اور دیواریں جتنی اٹھی ہوں گی انہیں مسمار نہ کر گئی۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ اس ملک میں سکول کی حد تک بھی انگریزی ذریعہ تعلیم بارہ سال تک موجود رہے گا۔

اس کے بعد معاً یہ سوال اٹھایا جائے گا کہ جو طلباء دس سال انگریزی ذریعے سے پڑھتے آئے ہیں۔ یونیورسٹی میں پہنچ کر ان کا کیا بنے گا لہذا ان کے لیے مزید چھ سال انٹر اور ڈگری اور آگے کے امتحانات میں لازماً انگریزی ذریعہ تعلیم کو جاری رکھا جائے گا گویا کم و بیش پندرہ سال تک کے لیے اردو ذریعہ تعلیم کا راستہ بھی حتماً بند کر دیا گیا ہے۔ تو مسئلے کا حل جو ترمیم شدہ پالیسی نے پیش کیا وہ اردو سے زیادہ انگریزی کے استحکام و تحفظ کا ذریعہ ثابت ہوا۔ یہ اردو کے ساتھ مذاق کا درجہ رکھتا ہے۔ بالکل قدرتی امر ہے کہ اہل ملک اس سے مطمئن نہیں ہو سکتے۔

میری رائے میں نئی تعلیمی پالیسی کی نئی ترمیم میں کئی باتیں ارباب اقتدار نے بالکل نظرانداز کر دی ہیں مثلاً مقابلے کے امتحانوں اور پیشہ ورانہ اور ٹکنیکل تعلیم میں اردو کا ذکر خارج از بحث رکھا گیا ہے۔ اوپر کی سطح پر مجبوری کا تو یہ عالم ہے کہ نصابی تبصرہ کمیٹی کی ایک سفارش کے ذریعے تجویز کی گئی تھی کہ انگلش میڈیم سکولوں کی امدادی کتابوں کو کنٹرول کیا جائے۔ لیکن ایسی بے ضرر تجویز ماننے کے بارے میں بھی معذوری کا اظہار ہوا ہے۔ ہم نے تجویز پیش کی تھی کہ نیشنل بک فاؤنڈیشن کو نظریاتی لحاظ سے ناپسندیدہ کتابوں کے چھاپنے سے حکماً روکا جائے لیکن میرے علم کی حد تک یہ بھی

نہیں مانا گیا۔

اس بے بسی کے عالم میں کون کہہ سکتا ہے کہ آئندہ پندرہ برس میں انگریزی سکولوں کی کھیپ اتنی مضبوط نہ ہو جائے گی کہ وہ اردو کی رہی سہی حیثیت کو بھی ختم کر دے۔

غرض تعلیمی پالیسی کی نئی ترمیم نے ایک مبہم سی رعایت کی جھلک دکھا کر اردو کی پوزیشن مزید بدتر بنا دی ہے اور اس سارے معاملے کو پندرہ سال تک کے لیے عملاً کر دیا ہے۔ ع

کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

اور ساتھ ہی باتیں پاکستان میں اسلامی تہذیبی ثقافتی غلبے کی بھی ہو رہی ہیں اور یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ ذہنی وحدت اور ہم آہنگی پیدا کرنا بھی مقصود ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ جس ملک میں کم سے کم چھ مختلف سلسلے تعلیم کے ایک دوسرے کے متوازی / متخالف چل رہے ہوں جن کی بنیاد دولت مندی اور خصوصی مفادات کی اجارہ داری پر ہو، اس میں ذہنی وحدت کیسے پیدا ہو سکتی ہے، یہ مختلف سلسلے ہیں۔ فیڈرل سکول، آرمی سکول، مشنری سکول، عام انگریزی میڈیم سکول، یورپین ٹائپ سکول، پرائیویٹ منظور شدہ انگریزی پبلک سکول اور عام عوامی سکول۔

ان سب میں معمولی سے جزو مشترک کے سوا کوئی امر مشترک نہیں۔ یہ در اصل عوامی سکولوں کے مقابلے پر امراء نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے قلعے بنا رکھے ہیں اور معاشی، معاشرتی بنیادوں کے لحاظ سے غریبوں کے خلاف امراء اور دفتر شاہی کی مشترکہ سازش ہے۔ ایسی صورت میں ذہنی وحدت اور مفاہمت کے امکانات تاریک ہیں مگر دفتر شاہی اس صورت حال کو برقرار رکھنے پر اصرار کر رہی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ان میں داخل ہونے والے بچے بھی ملیشیا پہنا کریں گے۔ اس طرح وہ دوسرے بچوں کے ہمرنگ ہو جائیں گے۔ اوّل تو این خیال است و محال است و جنوں۔ دیگر یہ ہے کہ ان بچوں کو لانے والی موٹر ان کے سکول کے اندر داخل ہو کر ان کے ملیشیا لباس کا پردہ چاک کر دے گی۔

ان سکولوں میں نظریاتی پاکستانی ثقافتی کو مجروح کرنے والی امدادی کتابیں میگروہل اور ریوئینٹ وے کی ہوں گی۔ اور ان میں بچوں کو مغربی موسیقی اور راک اینڈ رول کی تعلیم بدستور دی جائے گی اور مغربی طرزِ معاشرت کی اشاعت کے لیے پُرفریب طریقے ایجاد کر لیے جائیں گے۔ ان سکولوں میں ضمنی مضامین بھی ہوں گے۔ جو فرنگی کلچر کے آئینہ دار ہونگے غرض ان سکولوں کی ثقافتی فضا وہی رہے گی جس میں ہر دیسی چیز سے نفرت اور ہر غریب ملکی بھائی کو اجنبی سمجھا جائے گا۔ تو ایسے میں وحدت کا تصوّر کیسے ابھرے گا۔

بہر حال یہ عام احساس ہے کہ دفتر شاہی انگریزی کے غلبے کو دوام بخشنے کے اعتراض کا ابھی تک کوئی جواب نہیں دے سکی اور اب یہ عام تاثر یقین میں بدل رہا ہے کہ دفتر شاہی نے دولت مند طبقے سے گٹھ جوڑ کیا ہوا ہے۔ اور علم و استفادے کی آڑ میں اپنے اقتداری مفادات اور اپنے مخصوص امریکی معاشرتی طور طریقوں کو دوام بخشنے میں مصروف ہے یقین ہے کہ قوم نئی ترمیم میں

تدریج کی اصلاح کے حقیقی مفہوم کو ضرور ذہن نشین کرے گی کیونکہ یہ تدریج بھی اسی طرح کی تدریج ہے جس کی چھری سے گزشتہ اکتیس برس سے اردو کو ذبح کیا جا رہا ہے۔

ترمیم شدہ قومی تعلیمی پالیسی میں سائنسی اصطلاحات کی یکسانی کے لیے کسی بورڈ، ادارے کا ذکر بھی آیا ہے بظاہر یہ خوش آئند تجویز ہے لیکن یہی کام مرکزی اردو بورڈ بھی کر رہا ہے اور پاکستان سائنٹفک سوسائٹی نے بھی لے رکھا ہے۔ اس کے علاوہ خطرہ یہ بھی ہے کہ یہ نیا ادارہ پچھلی ساری وضع شدہ اصطلاحات کو منسوخ کرکے کوئی نیا ملغوبہ ایسا تیار کرنا شروع نہ کر دے جس کے باعث پیچھے کا کیا ہوا سارا کام ضائع ہو جائے اور جن کتابوں میں پچھلی اصطلاحیں استعمال ہوئی ہیں وہ بھی بالکل ردی اور بیکار ہو جائیں اور چونکہ اصطلاح سازی کا عمل دوامی اور مسلسل عمل ہے لہذا کہیں یہ نہ ہو کہ یہ اصطلاح سازی بھی اردو کو بطور علمی زبان ختم کرنے کا ایک مؤثر ترین ذریعہ ثابت ہو۔

اجتماع و مجلسِ قرأت

بیادگار استاذ القراء حضرت قاری محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہٗ ایک اجتماع اور مجلس قرأت مدرسہ دار القراء بی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور میں مورخہ ۱۵ر جنوری ۱۹۷۹ء بروز پیر منعقد ہو رہا ہے جس میں حضرت شیخ کے جملہ شاگردوں کو شرکت کی دعوت دی جا رہی ہے اس اطلاع کو دعوت نامہ تصور کیا جائے۔

منجانب: (قاری) حافظ محمد رفیع مہتمم مدرسہ تجوید القرآن، لاہور

سے قرآن کریم کے ساتھ روا رکھے ہوئے ہیں، شاید قرنوں میں بھی ہم نشاۃ ثانیہ کے خواب کی تعبیر نہ دیکھ سکیں۔ ہمارے نظام میں سے جب تک دینی اور دنیاوی علوم کی تفریق کو مٹایا نہ جائے گا۔ اور جب تک علوم و فنون کے تمام دھاروں کا رشتہ قرآن کریم کی ابدی اور لازوال مرکزیت سے نہ قائم کیا جائے گا اس وقت تک ہم کاغذ پر منصوبے بنانے کے سوا کچھ نہ کر سکیں گے۔ اس وقت ہمارے ایک نظامِ تعلیم میں قرآن پاک کی تعلیم اس انداز میں دی جاتی ہے کہ مطالب قرآن پر عبور حاصل ہونا تو درکنار اس کتاب مقدس کے انقلابی کردار سے آگہی بھی حاصل نہیں ہو پاتی۔ اور دوسرے نظام تعلیم میں نئی نسل کو قرآن سے منحرف کرنے کا سامان مہیا کیا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک کو ہماری زندگیوں میں اثر و نفوذ حاصل نہیں اور اثر و نفوذ کا مقصد تبھی حاصل ہو سکتا ہے کہ "حکمتِ قرآن" کی طرف رجوع کیا جائے۔

دعاءِ مغفرت

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے دستِ راست اور ہفت روزہ خدام الدین کے پرانے ایجنٹ کے والد بزرگوار حکیم غلام غوث ۹۳ سال کی عمر میں اپنے آبائی گاؤں للہ ٹاؤن میں انتقال فرما گئے۔ مرحوم مغفور نے اپنی زندگی اسلام کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ اسلام کی اشاعت کے لیے ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔

ادارہ خدام الدین مرحوم کے غم میں برابر کا شریک ہے اور تمام اکابر و اصاغر سے دعا کی درخواست ہے۔

(ادارہ)

قرآن کے علمی اور سائنسی محرکات!

ملک محمد فیروز فاروقی

۱۔ قرونِ وسطیٰ میں مسلمان علماء اور حکماء نے ایک عظیم الشان سائنسی فکر کی تشکیل و تدوین اور نشو و نما میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ عالمی تاریخ میں ایک خاص مرتبہ و مقام کے حامل ہیں۔ اس دور میں یونانی تہذیب و تمدّن کے گمشدہ خزانوں کو نہ صرف دنیا کے سامنے ایک بار پھر پیش کیا گیا بلکہ ایک قابل رشک اور لاثانی تخلیقی سرگرمی کا آغاز ہوا جس نے آگے چل کر یورپ کی مشہور زمانہ تحریک احیائے علوم میں بھرپور کردار ادا کیا۔

ریگستان عرب سے اٹھنے والے بدوی خصائل و عادات کے عربوں میں بے پناہ اور حقیقی سائنسی فکر کا میلان کیونکر پیدا ہوا اور وہ کیا اسباب و عوامل تھے جن کی بدولت مسلمانوں کے ہاتھوں تخلیقی اور تحقیقی نوعیت کے بے شمار اور لازوال کارنامے ظہور پذیر ہوئے، اس سوال کا جواب زیر نظر تحریر کا موضوع ہے اور مقصد یہ بتانا ہے کہ مسلمان علماء کے لیے ضروری ہے کہ ان اسباب و عوامل کا صحیح علم حاصل کریں اور عوام میں ان حقائق کا علم عام کریں۔

اس سوال کا جواب عام طور پر مسلمانوں کے سیاسی غلبہ اور اقوام عالم سے تہذیبی و تمدنی روابط اور تجارتی و سیاسی تعلقات میں تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن پیش نظر مضمون میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہمیں اس سوال کا جواب "حکمت قرآن" میں تلاش کرنا چاہیے۔

۲۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ مسلمانوں میں سائنسی فکر کی تحریک ایک سے زیادہ اسباب و عوامل کا نتیجہ تھی لیکن اس ضمن میں مرکزی حیثیت "حکمت قرآن" کے طاقتور اور مؤثر علمی و فکری محرک کو حاصل تھی جس نے مسلمانوں کو کائناتی مطالعہ و مشاہدہ کی دعوت دی تجربی طریق کار کی تعلیم دی۔ حقیقی سائنسی روح پیدا کی اور تحقیق و جستجو کو ایک اہم اجتماعی فریضہ قرار دیا۔

۳۔ مطالعہ کائنات کے لیے سائنسی طریق کار در اصل عمیق غور و فکر، مقصدی تحقیق و جستجو، بغور مشاہدہ، تجربی انداز اور اسباب و علل کا منظم کھوج لگانے سے عبارت ہے۔ سائنسی طریق مطالعہ کی انہی خصوصیات و لوازمات کی بنا پر سائنسدانوں کا دعویٰ ہے کہ علم حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ سائنس اور صرف سائنس ہے اور اسی ذریعے سے ہم حقائق کی اصلیت تک پہنچ سکتے ہیں۔ واقعات و حوادث کی کڑیوں کے مابین ربط و تعلق کو استوار کرکے، اسباب و علل کا رشتہ تلاش کرکے قطعی، یقینی اور منظم و مربوط معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ سائنس دانوں کے دعویٰ کا یہ پہلو یقینی طور

پر صحیح اور قابل قبول ہے اس سے انکار ممکن نہیں لیکن اس میں عقل انسانی پر مکمل انحصار کر کے وحی کی ہدایت کے پہلو کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔اس تصور کی یہی سب سے بڑی اور خطرناک خامی ہے۔

سوال یہ ہے کہ سائنسی طریق کار کا اصل ماخذ کیا ہے؟ اور اس کے فکری سلسلۂ کار کی تفصیلات کیا ہیں؟ مغرب کے محققین نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ انسان کے ماحول اور اس کی ضروریات نے ازخود ایسے اسباب مہیا کر دیے کہ اس نے اپنے گرد و پیش میں غور و فکر کرنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ وقت کے تقاضوں کے مطابق اس نے مشاہدہ اور تجربہ سے کام لینا شروع کیا —— تہذیب انسانی کی تشکیل اور ارتقاء کے فلسفہ کے علماء نے کہا ہے کہ دنیا کی تاریخ میں سب سے پہلے اہل یونان نے سائنسی طریق کار کو اپنایا اور اپنے فکری و تعلیمی نظام میں اسے ایک قوت بخش عامل کے طور پر نافذ کیا۔لیکن یہ بیان حقیقت سے کوسوں دور ہے اور تہذیبی و معاشرتی نشو و نما کے فطری فلسفہ کو بڑی خوبصورتی سے جھٹلاتا ہے۔یونانی معاشرے کا سائنسی فکر سراسر غیر تجربی، غیر مشاہداتی، سطحی اور غیر حقیقت پسندانہ تھا۔اس میں واقعیت اور اصلیت اور فکری نظم و ربط کو محض ضمنی حیثیت حاصل تھی۔ یونانیوں کی علوم و فنون میں عمومی دلچسپی، جس کی بہتر تشریح جغرافیائی و ماحولی جبریت کے نظریہ کے تحت کی جا سکتی ہے، کو سائنسی فکر کی معراج قرار دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ براعظم افریقہ کے کسی قدیم بدوی معاشرے کو صرف اس بناء پر زرعی علوم کا مؤسس یا بانی قرار دے دیا جائے کہ انہوں نے گندم کی کاشت کی تھی!

۴۔ یونانیوں کی قدیم کتابوں میں دو سے زیادہ ایسی چیزوں کا ذکر نہیں ملتا جن کو سائنسی تجربہ کہا جا سکے۔ایک تو فیثا غورث نے تانت کی تھرتھراہٹ معلوم کی اور دوسرے بطلیموس نے انعطاف کا پتہ چلایا۔پلائنی نے اپنے زمانے میں علم فطرت کا دائرۃ المعارف مرتب کیا ہے اس میں بہت سی عجیب و غریب سنی سنائی باتوں کو تو جمع کیا ہے لیکن لفظ "تجربہ" کا ایک دفعہ بھی ذکر نہیں کیا (یعنی ان معنوں میں جن سے ہم تجربہ مراد لیتے ہیں) یونان کے نہایت باقاعدہ مفکرین (مثلاً ارسطو) میں بھی ایسے معاملات میں بھی حیرت انگیز بے پرواہی نظر آتی ہے جن کی توثیق و تصدیق نہایت آسانی سے کی جا سکتی ہے۔مثلاً ارسطو لکھتا ہے کہ شیر کی گردن میں صرف ایک ہڈی ہوتی ہے۔انسان کی آٹھ پسلیاں ہوتی ہیں، مردوں کے دانت عورتوں سے زیادہ ہوتے ہیں دھڑکتا ہوا دل صرف مردوں ہی کے سینے میں ہوتا ہے۔ماداؤں کی کھوپڑیوں میں (نروں سے بالکل مختلف) ایک گول درز ہوتی ہے انڈے سمندر کے پانی پر تیرتے رہتے ہیں اور اگر سمندر کا پانی لاکھ کے برتن میں رکھا جائے تو وہ پینے کے قابل ہو جاتا ہے۔مختصر یہ کہ یونانیوں کے پاس نہ کوئی سائنس تھی نہ سائنسی ذوق تھا اور ظاہر ہے کہ قدیم و جدید دنیاؤں میں ما بہ الامتیاز صرف سائنس اور سائنسی ذوق ہی ہے۔

۵۔ یونانیوں نے ایک ہی سائنس میں کمال پیدا کیا یعنی ریاضیات جو منطق ہی کی ایک قسم ہے۔لیکن اس سے بھی ان کی دلچسپی آلہ تحقیق کی حیثیت سے نہیں بلکہ منطق اور "موسیقی" کے سلسلے میں تھی۔افلاطون صرف ریاضی کے طلبہ

کو اپنا شاگرد بنایا کرتا تھا لیکن اس کے نزدیک اس لفظ کے معنی کیا تھے؟ وہ اس سے ظاہر ہیں کہ جب آرکٹاس یناکس نے ریاضیات ہی کے مطالعے کے لیے چند سرکنے والے پیمانے اور پرکاریں اختراع کر لیں تو پلوٹارک لکھتا ہے کہ "افلاطون نے نہایت ناراض ہو کر بار بار اسے لعنت ملامت کی اور کہا کہ انہوں نے علم ہندسہ کے تمام حسن کو تباہ کر دیا ہے۔"

۶۔ اہل یونان نے صرف یہی نہیں کیا کہ سائنس کی حقیقی اساس و بنیاد یعنی تجربی تحقیق اور مشاہدے سے تغافل اختیار کیا بلکہ انہوں نے بہ اصرار اس کو ذلیل و حقیر قرار دیا اور اس کی اشد شدید مخالفت کی۔ ARISTOPHANES نے فلکیات اور ہندسہ کی تضحیک کی۔ سیراکیوز میں ایتھنز کے NICIAS کو چاند گرہن کے موقعہ پر کاہنوں اور پیش گووں نے اس طرح اپنا شکار بنایا جیسے وہ کوئی وحشی مخلوق ہو۔۔۔۔۔ سقراط سقراط نے کہا کہ آخر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم اپنا وقت اور فکر آسمانوں کے مطالعے میں صرف کریں، ستاروں کے فاصلوں کو ناپیں، مادے کی ماہیت اور کائنات کی ترکیب کے متعلق جھگڑتے رہیں اور پرندوں، چرندوں اور درختوں کی تحقیق میں مین میکھ نکالیں۔"

۷۔ بقراط نے فضا، پانی اور محل وقوع کے اثرات پر ایک مختصر رسالہ لکھا اور اس میں بے شمار بے معنی، مبہم اور افسانوی نوعیت کے بیانات درج کیے۔"

یہ ہے حقیقت و اصلیت اس طاقتور تہذیبی اور علمی و فکری محرک و عامل کی جس کا ذکر اے جے ٹائن بی اور جیمز شاٹ ویل جیسے عظیم مؤرخین پورے اہتمام کے ساتھ کرتے ہیں، اور بتاتے ہیں کہ عصر حاضر کے سائنسی فکر کا سلسلہ اسی یونانی معاشرہ سے ملایا جا سکتا ہے۔ یہی معاشرتی اکائی (SOCIAL UNIT) وہ نقطۂ آغاز ہے جہاں سے سائنسی فکر اور عقلی فکر کا آغاز ہوتا اور اسی معاشرے کے باقیات سے جانشینانِ یورپ نے دور احیائے علوم میں اس عمل کو مقام عروج و کمال تک پہنچایا۔

رابرٹ بریفالٹ نے "تشکیل انسانیت" میں "مشرق کا راز" بیان کرتے ہوئے جس محدود مذہبی تصور کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا اطلاق صرف قدیم معاشرتی اکائیوں (مثلاً بابلی، سمیری، آسوری، حتی، کلدانی اور منوی) پر کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ چند صدیوں کے وقفے سے جب اسی سرزمین دجلہ و فرات سے، انہی دریاؤں کی ترائیوں سے، صحرائے عرب کی اس سنگلاخ زمین سے اور اسی ناسازگار جغرافیائی و تمدنی ماحول میں مشرقی بلکہ سچی اور حقیقی مشرقی تہذیب کی تکوین و تشکیل ہوئی تو اس میں محدود مذہبی تصور تنگ نظری اور مافوق الفطرت ضعیف الاعتقادی کو "رکن اعظم" کی حیثیت ہرگز ہرگز حاصل نہ تھی۔ ماحول کی جبریت نے روایتی کردار ادا کیا نہ نسلی، ثقافتی اور تہذیبی نوعیت کے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلقات و روابط نے کوئی اثر ڈالا۔

قرونِ وسطیٰ کی عظیم الشان علمی و فکری سرگرمی کے سارے پس منظر میں اگر سب سے زیادہ اہمیت ہے تو قرآن کریم کے سائنسی محرکات کو، جنہوں نے انسان کے سامنے علم و فکر کی نئی نئی راہیں کھولیں، ذہنوں کی صحیح خطوط پر تربیت کر کے ایک خاص سائنسی اور تجربی سانچے میں ڈھالا، کائناتی اسرار و رموز کو کھولنے اور طشت ازبام کرنے کی دعوت دی اور ایسے تحقیقی ذرائع و وسائل مہیا کر دیے

جو بالآخر ایک زندہ و تابندہ سائنسی فکر اور علمی سرگرمی کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔ لہٰذا ہم قرآن کریم کے انہی سائنسی محرکات کو "حکمت قرآن" کے مطالعہ کا مرکز و محور قرار دے کر متعلقہ آیات کی تشریح و توضیح کریں گے۔

قرآن پاک نے انسان کی توجہ کائنات اور اس کی تخلیق و تکوین کی طرف مبذول کرائی ہے (۸) اور اس امر کی بتقرار دعوت دی کہ وہ غور و فکر کی تمامتر صلاحیتوں سے کام لے کر کائنات کے ہر شعبہ میں پائی جانے والی ترتیب، تنظیم، تجزیہ، تکمیل، وحدت، یکسانیت، اثر انگیزی، تسلسل، مقصدیت، تطابق و توافق، ریاضیاتی فکر اور سائنسی خاصیت کا بغور جائزہ لے۔ قرآن کریم نے اسے ایک اختیاری فعل قرار نہیں دیا بلکہ بہ تاکید توجہ مبذول کرائی ہے۔

وفی الارض ایات للموقنین۔ وفی انفسکم افلا تبصرون۔

یقین رکھنے والوں کے لیے زمین (کی طبعی و غیر طبعی اشکال اور خد و خال) میں اور خود تمہاری ذات (PERSONALITY) میں واضح دلائل و براہین موجود ہیں' (۹)

سورہ حم السجدہ کی آیت میں "الارض" کی جگہ "آفاق" کا لفظ استعمال کر کے معنی و مفہوم کی دنیا کو مزید وسیع کر دیا ہے۔

سنریھم ایاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق ط

(ہم عنقریب انہیں آفاق (کائنات) میں اور خود ان کے اپنے نفس میں ایسے (محیرالعقول) دلائل دکھا دیں گے کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ حق وہی ہے جسے قرآن پیش کرتا ہے۔ (۱۰)

ہر دو آیات سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن پاک نے قرون وسطیٰ کے جاہل' ضعیف الاعتقاد اور بھولے بھٹکے انسان کو دعوت دی کہ گرد و پیش کے حالات و کوائف پر نظر ڈالو۔ کائنات کی وسعتوں کا جائزہ لو۔ آفاق کے کونے کونے پر نگاہ رکھو اور ان کی گہرائیوں میں ڈوب کر، گم ہو جانے کی بجائے، نیا فکر، نیا ولولہ، نیا جذبہ اور نئی فکری بنیاد و اساس لے کر باہر آؤ اور کائناتی اسرار و رموز کو منکشف کرو۔ آفاق میں چونکہ الارض (زمین) کو سب سے زیادہ معاشرتی و تمدنی اہمیت حاصل ہے اس لیے اس کا علیحدہ ذکر کر کے اشارہ کیا کہ اپنے کرۂ ارضی کا بالخصوص مطالعہ کرو، قدم قدم پر نئے حقائق سامنے آئیں گے۔ اور تخلیقی عمل کی تفصیلات تم پر کھلیں گی۔ پھر بتایا کہ آفاق کے ساتھ ساتھ اپنی ذات کا مطالعہ بھی کرو، اپنی تخلیق کو دیکھو، اس کے لوازمات اور متعلقات پر غور کرو، اپنی ذات کے نشو و ارتقا کو موضوع فکر بناؤ، اپنی عادات و خصائل کا تجزیہ کرو، ماحول کے ساتھ ان کا رشتہ معلوم کرو اور اس عظیم الشان تخلیق و تکوین کے استدلال کو سمجھو کہ کس حقیقت پر دلالت کرتا ہے۔

"آفاق" میں پائے جانے والے حقائق و دلائل کا ذکر قرآن نے متعدد مقامات پر کیا ہے :۔

انّ فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنھار لآیات لاولی الالباب۔ الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم و یتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت ھٰذا باطلاً۔

(یقینی بات ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق' اور رات دن کے بالترتیب آنے جانے (کے نظام) میں ان اہل بصیرت اور دانشوروں کے لیے دلائل موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ہر حالت میں'

کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی یاد کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر (اور تحقیق و ریسرچ) کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب! تونے یہ سب کچھ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔" (۱۱)

سورہ یونس میں ہے :۔

ان ربکم اللہ الذی خلق السموٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یدبر الامر ما من شفیع الا من بعد اذنہ۔ ذالکم اللہ ربکم فاعبدوہ افلا تذکرون ہ

(تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ ایام (ادوار) میں پیدا کیا اور پھر اپنے تخت قدرت پر متمکن ہوا اور نظام کائنات کی تدبیر و تنظیم کی۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفیع نہیں۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے۔ اسی کی عبادت و اطاعت کرو۔ کیا تم ایسے واضح دلائل کے باوجود غور و فکر سے کام نہیں لیتے۔ (۱۲)

سورہ الانعام میں ہے :۔

وھو الذی انزل من السماء ماءً فاخرجنا بہ نبات کل شیئ فاخرجنا منہ خضراً نخرج منہ حباً متراکباً و من النخل من طلعھا قنوان دانیۃ وجنّٰت من اعناب والزیتون والرمان مشتبھا و غیر متشابہ ط انظروا الی ثمرہ اذا اثمر و ینعہ۔ ان فی ذالکم لایات لقوم یؤمنون۔

(اللہ ہی ہے جس نے آسمان سے بارش کا پانی اتارا اور اس پانی کے ذریعے ہر طرح کی نباتات کو اگایا۔ ہم پودوں کی سبز کونپلیں نکالتے ہیں اور ان کونپلوں میں سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے دانے نکلتے ہیں، اور کھجور بھی گابھے میں لٹکتے ہوئے گچھوں اور انگوروں کے باغوں، زیتون اور انار کو دیکھو۔ کہ بعض خصوصیات میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور بعض خصوصیات میں مختلف (بھی) ہیں۔ تم ان پھلوں کے پھلنے اور پکنے (کے نباتاتی طریق) پر غور کرو۔ ان میں ایمان والوں کے لیے بہت سے دلائل موجود ہیں۔ (۱۳) باقی آئندہ